.. اِنَّ الفَضلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤتِيهِ مَن يشَاءُ*﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحمُودًا*﴾ (بنی إسرائيل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۱ | جمعہ ۲۵ نومبر ۱۹۹۴ء | شمارہ ۴۷

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نرا فہم اور اعتقاد نجات کے واسطے کافی نہیں جب تک کہ وہ عملی طور پر ظہور میں نہ آوے۔ عمل کے سوا کوئی قول جان نہیں رکھتا

"میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے میں سے کمزور اور کچے لوگوں پر رحم کریں۔ ان کی کمزوری کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ ان پر سختی نہ کریں اور کسی کے ساتھ بداخلاقی سے پیش نہ آئیں۔ بلکہ ان کو سمجھائیں۔ دیکھو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی بعض منافق آکر مل جاتے تھے۔ پر حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے، چنانچہ عبداللہ بن ابی جس نے کہا تھا کہ غالب لوگ ذلیل لوگوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔ چنانچہ سورہ منافقون میں درج ہے اور اس سے مراد اس کی یہ تھی کہ کفار مسلمانوں کو نکال دیں گے۔ اس کے مرنے پر حضرت رسول کریمؐ نے اپنا کرتہ اس کے لئے دیا تھا۔

میں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں دعا کے ساتھ اپنی جماعت کی مدد کروں۔ دعا کے بغیر کام نہیں چلتا۔ دیکھو صحابہؓ کے درمیان بھی جو لوگ دعا کے زمانہ کے تھے، یعنی مکی زندگی کے۔ جیسی ان کی شان تھی ویسی دوسروں کی نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ جب ایمان لائے تھے تو انہوں نے کیا دیکھا تھا۔ انہوں نے کوئی نشان نہ دیکھا تھا لیکن وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور اندرونی حالات کے واقف تھے۔ اس واسطے نبوت کا دعویٰ سنتے ہی ایمان لے آئے۔ اسی طرح میں کہا کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اکثر یہاں آیا کریں اور رہا کریں۔ گہرا دوست اور پورا واقف بن جانے سے انسان بہت فائدہ اٹھاتا ہے۔ معجزات اور نشانات سے ایسا فائدہ نہیں ہوتا۔ معجزات سے فرعون کو کیا فائدہ ہوا۔ معجزات کے ہزاروں منکر ہوتے ہیں۔ اخلاق کا کوئی منکر نہیں۔ طالب ہو کر اصلی اور جگری حالات کو دریافت کرنا چاہئے۔

آریہ لوگوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر اعتراض کئے ہیں، لیکن ان لوگوں کو آپؐ کے اصلی حالات اور اخلاق کریمہ کے صحیح جز مل جاتے تو یہ کبھی ایسی جرات نہ کرتے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کے دو پہلو دکھلائے۔ ایک مکی زندگی میں جبکہ آپ فاتح ہوئے اور وہی کفار جو آپؐ کو تکلیف دیتے تھے اور آپؐ ان کی ایذا دہی پر صبر کرتے تھے۔ اب آپ کے قابو میں آگئے ایسا کہ جو چاہتے آپؐ ان کو سزا دے سکتے تھے۔ مگر آپؐ نے لاتثریب علیکم الیوم کہہ کر ان کو چھوڑ دیا اور کچھ سزا نہ دی۔ ہمیں حضرت مسیحؑ پر ایمان ہے اور ان کے ساتھ محبت ہے۔ مگر یہ کہنے میں ہم لاچار ہیں کہ ان کو اپنے مخالفین پر قدرت اور طاقت نہیں ہوئی۔ اور ان کو یہ موقع نہیں ملا کہ دشمن پر قابو پاکر پھر اپنے اخلاق کا اظہار کریں اور اگر ان کو یہ موقع ملتا تو معلوم نہیں وہ کیا کرتے۔ سچا مسلمان وہ ہے کہ دوسرں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آوے۔ میں دو باتوں کے پیچھے لگا ہوا ہوں۔ ایک یہ کہ اپنی جماعت کے واسطے دعا کروں۔ دعا تو ہمیشہ کی جاتی ہے مگر ایک نہایت جوش کی دعا جس کا موقعہ کبھی مجھے مل جائے اور دوم یہ کہ قرآن شریف کا ایک خلاصہ ان کو لکھ دوں۔

قرآن شریف میں سب کچھ ہے، مگر جب تک بصیرت نہ ہو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف کو پڑھنے والا جب ایک سال سے دوسرے سال میں ترقی کرتا ہے، تو وہ اپنے گزشتہ سال کو ایسا معلوم کرتا ہے کہ گویا وہ تب ایک طفل مکتب تھا۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں ترقی بھی ایسی ہے۔ جن لوگوں نے قرآن شریف کو ذوالوجوہ کہا ہے۔ میں ان کو پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے قرآن شریف کی عزت نہیں کی۔

قرآن شریف کو ذوالمعارف کہنا چاہئے۔ ہر مقام میں سے کئی معارف نکلتے ہیں اور ایک نکتہ دوسرے نکتہ کا نقیض نہیں ہوتا۔ مگر زود رنج، کینہ پرور اور غصہ والی طبائع کے ساتھ قرآن شریف کی مناسبت نہیں ہے اور نہ ایسوں پر قرآن شریف کھلتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اس قسم کی تفسیر بنا دوں۔ نرا فہم اور اعتقاد نجات کے واسطے کافی نہیں۔ جب تک کہ وہ عملی طور پر ظہور میں نہ آوے۔ عمل کے سوا کوئی قول جان نہیں رکھتا۔ قرآن شریف پر ایسا ایمان ہونا چاہئے کہ یہ درحقیقت معجزہ ہے اور خدا کے ساتھ ایسا تعلق ہو کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔ جب تک لوگوں میں یہ بات پیدا نہ ہو جائے گویا جماعت نہیں بنی۔ (ملفوظات جلد اول [طبع جدید] صـ ۴۵۲، ۴۵۴)

مختصرات

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (انٹرنیشنل) کا مقبول ترین اور مفید ترین پروگرام "ملاقات" ہے جو روزانہ ایک گھنٹہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ جو قارئین الفضل یہ پروگرام براہ راست ایم۔ ٹی۔ اے پر دیکھتے ہیں وہ یہ نوٹ فرمالیں کہ ان دنوں پروگرام کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

جمعۃ المبارک ○○ متفرق سوالات کے جوابات۔

ہفتہ۔ اتوار ○○ اطفال و ناصرات یا ینگ لجنہ یا مختلف ممالک کے احباب کے ساتھ انگریزی میں مجالس سوال و جواب۔

سوموار۔ منگل ○○ ہومیو پیتھی طریقہ علاج کی تعلیمی کلاسیں۔

بدھ۔ جمعرات ○○ تعلیم القرآن کلاسیں۔

۵ نومبر بروز ہفتہ:

آج حضور انور نے مختلف عرب ممالک کے احمدی احباب و خواتین کے سوالات کے جوابات دئے۔

آج درج ذیل سوالات پوچھے گئے:

(۱) خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت اور زیارت کی اہمیت کیا ہے اور یہ کس طرح ممکن ہے؟

(۲) کیا خدا تعالیٰ سے اس رنگ میں دعا کرنا درست ہے کہ وہ دعا کرنے والے پر اپنا ظہور فرمائے یا اس کے دل پر الہام الٰہی نازل فرمائے۔

(۳) وہ کون سے امور ہیں جن کا عبادت کے دوران کرنا درست نہیں یا اجازت نہیں۔

(۴) ہاروت اور ماروت کون تھے؟

(۵) قرآن مجید کی آیت کریمہ "ولو تقول علینا ...... الخ (سورۃ ۶۹ : آیت ۴۵) صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے یا دوسرے لوگوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

۶ نومبر بروز اتوار:

آج مجلس انصار اللہ برطانیہ کے بارھویں سالانہ اجتماع میں مجلس سوال و جواب کی وجہ سے اسٹوڈیو میں "ملاقات" کا پروگرام منعقد نہیں ہوا۔ تازہ پروگرام کی بجائے ۱۷ اپریل ۱۹۹۴ء کو منعقد ہونے والی ملاقات کا پروگرام دکھایا گیا جس میں حضور انور نے انگریز احمدیوں کے سوالات کے جوابات دئے۔ انصار اللہ کے اجتماع میں منعقد ہونے والی مجلس سوال و جواب سوا دو گھنٹے جاری رہی اور مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے ۱۰۵ مہمانوں نے دیگر احباب جماعت کے ساتھ اس مجلس عرفان سے استفادہ کیا۔

۷ اور ۸ نومبر بروز سوموار و منگل:

ان دو دنوں میں ہومیو پیتھی طریقہ علاج کے بارہ میں کلاسیں منعقد ہوئیں۔ ۸ نومبر کی کلاس میں حضور انور نے بڑی تفصیل سے سمجھایا کہ ہومیو پیتھی طریقہ علاج کا حقیقی فلسفہ اور بنیاد کیا ہے۔ اس طریقہ علاج کو سمجھنے کے لئے اس وضاحت کا سننا بہت مفید ہو گا۔

۹ اور ۱۰ نومبر بروز بدھ و جمعرات:

ان دو دنوں میں حسب معمول تعلیم القرآن کلاس کا انعقاد ہوا۔ ۹ نومبر والی کلاس میں دوران تدریس حضور انور نے رموز اوقاف کے سلسلہ میں بعض امور کی وضاحت فرمائی۔ ۱۰ نومبر والی کلاس میں رحمت، نعمت اور فضل کے معنوں کی وضاحت اور باہمی فرق پر روشنی ڈالی تاکہ مطالعہ قرآن مجید کے دوران اس فرق کو ہمیشہ مدنظر رکھا جائے۔

۱۱ نومبر بروز جمعۃ المبارک: آج متفرق سوالات کے جوابات کا دن تھا۔ آج حضور انور نے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرمائے:

(۱) اسلام میں Adoption کا کیا طریق ہے اور اسلامی تعلیمات میں بچہ اور والدین کے حقوق کی تعیین اور حفاظت کیسے کی گئی ہے۔

(۲) ایک مسلم حکومت میں رہنے والے غیر مسلموں کو اپنی روز مرہ زندگی میں کس حد تک آزادی ہوتی ہے۔ مثلاً کیا وہ اسلامی ملک میں رہتے ہوئے قانونی طور پر شراب پی سکتے ہیں؟

(۳) فرعون مصر کے اسرائیلی ہونے کے بارہ میں تبصرہ۔ فرمایا کہ فرعون مصر ہرگز اسرائیلی نہیں تھا۔

(۴) Foetal Vaccination کے بارہ میں وضاحت۔

(۵) شیطان کو قرآن کے محاورہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہے پھر اسے آگ میں ڈالنا اس کے لئے سزا کس طرح ہو گا۔

(۶) کیا ہومیو پیتھی طریقہ علاج میں بیماریوں کی تشخیص کا بھی کوئی نظام موجود ہے؟

(۷) سائینسی اعتبار سے بچہ کی پیدائش میں ماں کا حصہ زیادہ ہے لیکن پھر بھی بچہ کو باپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اسے ہی حق ولایت دیا جاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

(۸) کیا یہ درست ہے کہ کوئی شخص مرنے سے قبل یہ وصیت کر جائے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد اس کے ورثاء میں شریعت کے مطابق تقسیم کر دی جائے؟

(ع ۔ م ۔ ر)

اداریہ

یہ ایک دردناک حقیقت ہے کہ ایک لمبے عرصہ سے پاکستان میں احمدی مسلمانوں کے بنیادی انسانی حقوق کا استحصال کیا جارہا ہے اور ان پر ہر طرح کے ظلم توڑے جارہے ہیں۔ انہیں آزادی ضمیر اور آزادی تحریر و تقریر حاصل نہیں۔ ان کے خلاف حکومت کی سرپرستی اور مکمل تعاون سے یکطرفہ طور پر سراسر جھوٹ اور افتراء پر مبنی دلآزار پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور احمدیوں کو اپنے دفاع یا جواب کا حق بھی حاصل نہیں۔ محض احمدی مسلم ہونے کی وجہ سے انہیں ملازمتیں دینے سے انکار کردیا جاتا ہے۔ باوجود پیشہ ورانہ مہارت اور تمام تر اہلیت کے محض احمدی مسلم ہونے کے جرم میں انہیں ان کے جائز حقوق و مراعات سے محروم کردیا جاتا ہے اور ان کی محکمانہ ترقیات روک دی جاتی ہیں۔ احمدی طلباء کے لئے طرح طرح کی مشکلات کھڑی کی جاتی ہیں اور انہیں شدید ذہنی و نفسیاتی دباؤ میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ احمدی تاجروں اور کاروباری حضرات کی تجارتوں اور کاروبار کے بائیکاٹ پر اکسایا جاتا ہے۔ بزرگان احمدیت کے خلاف اخبارات و رسائل میں، پمفلٹس اور اشتہارات میں اور لاؤڈ اسپیکروں پر نہایت غلیظ زبان استعمال کی جاتی ہے۔ احمدیوں کی جائیدادوں کو لوٹنا، ان کے گھروں کو جلانا، احمدیہ مساجد کو منہدم کرنا اور احمدیوں کو قتل کرنا باعث ثواب قرار دیا جاتا ہے۔ اور ۱۹۸۴ء میں جنرل ضیاء الحق کے جاری کردہ ایک آرڈیننس نے تو احمدیوں کی روزمرہ زندگی کو قانون کی نظر میں ایک خوفناک جرم بنادیا ہے۔ احمدی اگر خدائے واحد کی عبادت کے لئے مساجد تعمیر کریں یا اپنے اعتقاد کے مطابق نماز پڑھیں، عبادات بجالائیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں، قرآن مجید کی تلاوت کریں یا ان کے پاس سے قرآن مجید یا اس کی آیات برآمد ہوں، اگر وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھیں یا کسی کو السلام علیکم کہیں، یا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر درود بھیجیں، اگر وہ یہ گواہی دیں کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ، اللہ کے رسول ہیں تو قانون کی نظر میں یہ ایسے خوفناک اور بھیانک جرائم ہیں کہ ان کے نتیجہ میں احمدی مسلمانوں کو تین سال قید بامشقت اور بھاری جرمانے کی حتی کہ موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ سینکڑوں احمدیوں پر جن میں بوڑھے بھی تھے اور بچے بھی اور جوان بھی، مرد بھی تھے اور عورتیں بھی ان مذکورہ "جرائم" میں ملوث ہونے کے مقدمات عائد کئے گئے ہیں۔ اور انہیں جیلوں میں بند کیا گیا۔ اور بعض متشدد اور انتہا پسند لوگوں نے مولویوں کے اکسانے پر متعدد احمدیوں کو شہید بھی کیا اور ابھی بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ جب جماعت احمدیہ کی طرف سے ان مظالم کے خلاف آواز بلند کی جائے اور دنیا کو بتایا جائے کہ "مملکت اسلامیہ پاکستان" میں احمدیوں کے ساتھ اس قسم کا ظالمانہ برتاؤ کیا جارہا ہے تو وہاں کے ملاں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اور نہایت بے شرمی و بے حیائی سے کام لیتے ہوئے ان مظالم کا صاف انکار کرتے ہیں۔ چند تازہ بیانات ملاحظہ ہوں:

☆ "پنجاب میں قادیانیوں کو مکمل تحفظ حاصل ہے جبکہ سندھ ان کے کنٹرول میں ہے"

☆ "کوئی شخص ثابت نہیں کرسکتا کہ پاکستان میں گزشتہ بیس سال کے دوران ایک بھی قادیانی قتل ہوا ہو"۔

(روزنامہ خبریں یکم نومبر ۱۹۹۴ء)

حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ کس جرأت و بیباکی سے جھوٹ بولتے ہیں۔ نہ خدا کا کوئی خوف ان کے دلوں میں باقی ہے نہ بندوں کی شرم

"لبوں پر جھوٹ، سر ذلت کے عادی"

یہ سمجھتے ہیں کہ باقی تمام دنیا اندھی ہے یا انہی کی طرح جھوٹی اور وہ بلا تردد ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے ان کے جھوٹ کو تسلیم کرلے گی۔ دور کی بات نہیں صرف گزشتہ ایک ماہ میں ہی چار احمدیوں کو محض ان کے احمدی مسلم ہونے کی وجہ سے ان ظالم ملاؤں نے قتل کروایا۔ ان میں سے ایک واقعہ پنجاب میں عین دارالحکومت اسلام آباد میں ہوا اور تین شہادتیں صوبہ سندھ میں ہوئیں۔

کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ان شہدائے احمدیت کا جرم کیا تھا؟ کیا انہوں نے کسی کو قتل کیا، کسی کی جان لی، کسی کا خون بہایا؟ کیا انہوں نے کسی کی جیب کاٹی، کوئی بینک لوٹا یا کسی کا مال ہتھیایا؟ کیا انہوں نے کسی کی جائیداد غصب کی، کسی کا گھر جلایا؟ کیا کوئی چوری کی یا کہیں ڈاکہ مارا؟ کیا انہوں نے کسی کی عزت پر ہاتھ ڈالا یا کسی کو اغوا کیا؟ ـــ یہ تو بڑے بڑے جرائم ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کیا کبھی انہوں نے کسی کو گالی دی؟ کسی کے خلاف بدزبانی کی؟ یا کسی کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا؟۔ نہیں، خدا کی قسم! وہ ہرگز ان قبیح حرکات میں سے کسی بھی حرکت کے مرتکب نہ تھے۔ وہ تو امن پسند، بے ضرر، صلح جو، محب وطن اور بنی نوع انسان کے ہمدرد، مخلص، وفاشعار، صادق اور راستباز لوگ تھے۔ ان مذموم حرکات سے ان کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ اگر وہ ان ذلیل حرکات میں ملوث ہوتے تو وہ قتل نہ کئے جاتے۔ ان کی جانوں، ان کے اموال، ان کی عزتوں کو کوئی خطرہ نہ ہوتا اور وہ وہاں معزز گردانے جاتے کہ آج اس ملک میں بدقسمتی سے یہی غالب دستور ہے اور ان تمام مذموم حرکات اور افعال شنیعہ میں ملوث افراد معزز و محترم سمجھے جاتے ہیں اور صرف وہی ہیں جو آزادانہ وہاں دندناتے پھرتے ہیں۔ ان کی جانیں بھی محفوظ ہیں اور ان کی عزتوں کو بھی کوئی خطرہ نہیں۔ وہی بات ہے

"کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد"

احادیث النبی ﷺ

عَنْ اَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ يُبَايِعُ؟ فَقَالَ ثَوْبَانُ مَوْلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ: بَايِعْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ: قَالَ عَلٰى اَنْ لَّا تَسْاَلَ اَحَدًا شَيْئًا فَقَالَ ثَوْبَانُ. فَمَا لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ الْجَنَّةُ. فَبَايَعَهُ ثَوْبَانُ.

قَالَ اَبُو أُمَامَةَ: فَلَقَدْ رَاَيْتُهُ بِمَكَّةَ فِي اَجْمَعِ مَا يَكُونُ مِنَ النَّاسِ يَسْقُطُ سَوْطُهُ وَهُوَ رَاكِبٌ فَرُبَّمَا وَقَعَ عَلٰى عَاتِقِ رَجُلٍ فَيَاخُذُهُ الرَّجُلُ فَيُنَاوِلُهُ فَمَا يَاخُذُهُ حَتّٰى يَكُونَ هُوَ يَنْزِلُ فَيَاخُذُهُ. (الترغيب والترهيب)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا۔ مجھ سے کون عہد باندھتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے (آزاد کردہ) غلام ثوبان نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سے عہد لیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تو عہد کرو کہ تم کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگو گے۔ اس پر ثوبانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس (عہد) کا اجر کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا۔ جنت۔ چنانچہ ثوبانؓ نے اس عہد پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔

ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ثوبانؓ کو مکہ میں دیکھا کہ سخت بھیڑ کے باوجود سواری کی حالت میں اگر آپ کے ہاتھ سے چابک بھی گر جاتا تو خود اتر کر زمین پر سے اٹھاتے اور اگر کوئی شخص خود ہی انہیں چابک پکڑانا چاہتا تو نہ لیتے بلکہ خود اتر کر اٹھاتے۔

مجھے ہے حکم اذاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

وہ رسم دل زدگی ہے نہ اذن عرض و بیاں
وہ آہ نیم شبی ہے نہ فکر سود و زیاں
ٹھہر، ٹھہر، کہ ابھی تک مجھے ہے حکم اذاں
"نثار میں تری گلیوں پہ اے وطن، کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے"
ہم اہل دل ہیں ہمارے تو حوصلے ہیں زیاد
ہمارے دل میں نہیں ہے کسی سے بغض و عناد
وہ اور ہونگے جنہیں ہوگی آرزوئے فساد
"کہ اہل دل کے لئے ہے یہ رسم بست و کشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد"
فصیل شب ہے اگر سرکش و مہیب تو کیا
فقیہ شہر کا لہجہ بھی ہے عجیب تو کیا
لٹک رہی ہے سروں پہ اگر صلیب تو کیا
"گر آج اوج پہ ہے طالع رقیب تو کیا
یہ چار دن کی خدائی تو کوئی بات نہیں"
سروں میں حب خدا کا خمار رکھتے ہیں
خلوص و مہر وفا کو شعار رکھتے ہیں
خزاں کی زد میں ہیں لیکن بہار رکھتے ہیں
"جو اس سے عہد وفا استوار رکھتے ہیں
علاج گردش لیل و نہار رکھتے ہیں"
خدا کا نور چمکتا ہے جن جبینوں میں
محمدؐ عربی کی وفا ہے سینوں میں
گھرے ہوئے ہیں زمانے کے نکتہ چینوں میں
"اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ"

(ڈاکٹر پرویز پروازی)

اوصاف کریمانہ کا دلکش و دل آویز مرقع

حبیب محترم سیٹھ محمد اعظم حیدرآبادی مرحوم کا ذکر خیر

(مسعود احمد خان - فرینکفورٹ)

اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی پر گریہ کناں مملکت آصفیہ حیدر آباد دکن کی تباہی اور حیدر آبادی تہذیب کی بربادی پر سرتاپا آہ و فغاں اور اس کی کبھی نہ محو ہونے والی یاد پر تڑپنے والے بسمل نیم جاں ــــ جماعت اور افراد جماعت کی ترقی و خوشحالی کے دل سے خواہاں اور ہمہ وقت ان کی ہر ممکن خدمت بجا لانے میں کوشاں، غلبہ اسلام کی صبح درخشاں کے انتظار میں شب ہجر کی تلخیاں سہنے میں جوانوں کے جواں ــــ غریبوں اور ناداروں کی ہمدردی میں جان پر کھیل جانے والے بہادر و جری انساں، ان کی بہتری اور ترقی کے امکان روشن ہونے پر گل تر کی طرح شگفتہ و خنداں ــــ بزلہ سنجی سے یاروں اور دوستوں کی محفل کو کشت زعفران بنانے والے عنبر فشاں، الغرض ہر کس و ناکس کا دل موہ لینے والے شیریں دہن، شیریں زباں شیریں بیاں ــــ یہ تھے اپنی بات اور اپنی آن پر مر مٹنے والے، اس دور رستہ خیز میں تہذیب رفتہ اور روایات کہنہ کے رکھوالے، دوستی کے رسیا اور انسانیت کے متوالے حبیب محترم جناب سیٹھ محمد اعظم حیدر آبادی مرحوم۔ جب دولت کی ریل پیل تھی تو اپنے وطن میں مذہبی شغف کی وجہ سے کہلائے "مولوی" اور جب سب کچھ وہیں چھوڑ پاکستان آئے تو کچھ نہ ہونے کے باوجود "سیٹھ صاحب" کے نام سے موسوم ہوئے۔ کیوں نہ ہوتے، تھے جو دل کے غنی۔

سیٹھ صاحب مرحوم نے اپنی حیات ناپائیدار کے آخری آٹھ سال ربوہ میں گزارے لیکن اس نیک نامی اور نیک شہرت کے ساتھ کہ ہر بڑا اور چھوٹا یعنی بندہ بندہ ان کا واقف ہی نہیں بلکہ مداح تھا۔ اس سے پہلے ہندوستان اور پاکستان میں جہاں بھی رہے اپنے مخصوص اوصاف کی وجہ سے ممتاز و معروف اور ہر دلعزیز ہو کر رہے اور ہر کس و ناکس کے دل میں گھر بنا کر رہے۔ گو وطن چھوڑنے کی وجہ سے قدرتی طور پر گھر سے بے گھر ہونا پڑا لیکن ہر کہیں اور ہر جگہ سینکڑوں دلوں میں ان کے گھر تعمیر ہوتے چلے گئے اسی لئے مرنے کے بعد بھی "در سینہ ہائے عارفاں باشد مزار ما" کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔

دور کی جھلک اور جلوہ بے حجاب

سیٹھ صاحب مرحوم کو میں جانتا تو بچپن ہی سے تھا اس لئے کہ جب کبھی والد بزرگوار (حضرت محمد حسن آسان دہلوی مرحوم) کے ہمراہ جلسہ سالانہ پر قادیان آتا تو سیٹھ صاحب مرحوم بھی وہاں بڑی شان اور تمکنت سے اپنے صاحب حیثیت و صاحب رفعت دوستوں کی معیت میں چلتے پھرتے نظر آتے ان کا اجلا اور بلا کا صاف ستھرا لباس اور علی الخصوص حیدر آباد کی اونچی باڑ کی رومی ٹوپی مجھ ایسے اجنبیوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی۔ تہذیب و شرافت کے نکھار اور تمکنت و نجابت کے وقار کی آئینہ دار رفتار و گفتار اس پر مستزاد ہوتی۔ راہ چلتے لوگ باہم سرگوشیاں کرتے کہ حیدر آباد کے سیٹھ محمد اعظم جا رہے ہیں۔ قادیان کے زمانہ تک اور وہ بھی کبھی کبھار، میری واقفیت یا شناسائی اس دور کے جلوے تک ہی محدود تھی۔ ان کی خوبیاں اور دل موہ لینے والے باطنی اوصاف ان کی ظاہری کر و فر میں مستور ہونے کے باعث مجھ دور افتادہ کی نظروں سے اوجھل تھے اور میں ان سے یکسر نا آشنا و نابلد تھا۔

قدرت کو منظور تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے کہ دور کی جھلک جلوہ بے حجاب کا روپ دھار لے یعنی مجھ ایسے ہیچمدان کو حلقہ یاراں میں داخل ہو کر ان کا قرب حاصل ہو اور ان کے سراپا میں چھپے ہوئے انسان یعنی جواہر انسانی کی بیش بہا کان کو دیکھنے کا موقع ملے۔ یہ موقع قیام پاکستان پر انیس سال گزرنے کے بعد پیدا ہوا اور وہ اس طرح کہ جب سیٹھ صاحب مرحوم ۱۹۶۳ء میں اپنے وطن مالوف حیدر آباد دکن کو خیرباد کہہ کر پہلے کراچی میں قیام پذیر ہوئے اور پھر ۱۹۶۶ء میں مستقل قیام کے لئے ربوہ تشریف لائے تو اسی محلہ میں فروکش ہوئے جس میں میری رہائش تھی۔ دونوں کے مکان پاس پاس نہ تھے اور نہ آمنے سامنے۔ البتہ تھے محلہ دار الرحمت غربی کی ایک ہی گلی میں۔ گلی کے ایک سرے پر میرا گھر تھا دوسرے سرے کے ایک مکان میں سیٹھ صاحب نے ڈیرہ آ جمایا۔ چونکہ روزنامہ الفضل کا دفتر بھی اس زمانہ میں اسی گلی میں ہوا کرتا تھا اس لئے سیٹھ صاحب اپنے نئے اور زندگی کے آخری مکان میں نقل مکانی کے بعد اولین فرصت میں محترم شیخ روشن دین صاحب تنویر مرحوم سابق ایڈیٹر الفضل سے ملاقات کی غرض سے دفتر الفضل میں تشریف لائے۔ ان کے آتے ہی تنویر صاحب مرحوم کے کمرے میں محفل جم گئی۔ چائے کا دور چلا اور ختم ہو گیا لیکن سیٹھ صاحب کی پر بہار گفتگو کا دور دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مجھے سیٹھ صاحب مرحوم کو انتہائی قریب سے دیکھنے اور ان کی دلچسپ باتیں سننے کا موقع ملا۔ اس وقت پہلی بار مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ حیدر آباد کے ایک متمول گھرانے کے لاڈ چونچلوں میں پل بڑھ کر کہولت کی عمر کو پہنچا ہوا یہ ذی شان تو ایک بلند پایہ انسان اور دوستی اور انسانی ہمدردی کا ایک تابندہ نشان ہے جس میں جوہر شناسی و قدر دانی اور بالخصوص غریبوں کی دلداری کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

لطافت و ظرافت اور غیر معمولی ذہانت

ہم محلہ ہونے کے باعث محلہ کی مسجد میں دن میں کئی کئی بار سیٹھ صاحب سے ملنے کے مواقع ملنے شروع ہوئے۔ اس طرح ہم دونوں ایک دوسرے کے قریب آتے چلے گئے حتیٰ کہ اس قربت نے اولاً دوستی کی اور پھر رفتہ رفتہ اخوت باہمی کی شکل اختیار کر لی جو اپریل ۱۹۷۴ء میں سیٹھ صاحب کی وفات تک مسلسل آٹھ سال جاری رہی۔ ان سے بلا ناغہ روزانہ ہی ملنے اور دل کھول کر باتیں کرنے کے بے حساب مواقع میسر آئے۔ اس قربت اور آٹھ سالہ رفاقت کے دوران اسلام اور مسلمانوں کے لئے ان کی دردمندی، پاکستان کے استحکام اور اس کی ہمہ جہتی ترقی کے لئے ان کی جانسوزی، جماعتی فلاح و بہبود اور روز افزوں ترقی کی بے پناہ لگن، غربا پروری کا خصوصی وصف، انتہائی حساس اور گداز طبیعت، غیر معمولی ذہانت، اردو ادب میں دسترس، بزلہ سنجی اور حاضر جوابی میں خصوصی مہارت اور بہت سے دیگر اوصاف حمیدہ اور خصائل حسنہ مجھ پر اور دیگر ساتھیوں پر منکشف ہوتے چلے گئے اور ہر کوئی یہ تسلیم کئے بغیر نہ رہا کہ سیٹھ صاحب ہمہ صفت موصوف ہونے کے باعث بہت پہلو دار شخصیت کے مالک ہیں۔

سیٹھ صاحب سے ملنے کا سب سے پر لطف موقع نماز فجر کے بعد صبح کی سیر میں میسر آتا۔ اس سیر میں ہم دونوں کے علاوہ حضرت مولانا ابو العطاء صاحب، محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب، محترم نسیم سیفی صاحب، محترم مبشر احمد صاحب راجیکی، محترم مولوی ابوالمنیر نور الحق صاحب اور بعض دوسرے اصحاب بھی شامل ہوتے۔ ہم سب محلہ کی حدود سے باہر نکل کر ہرے بھرے سرسبز و شاداب کھیتوں کی طرف نکل جاتے۔ چہل قدمی کے دوران علمی نکتے بھی زیر بحث آتے، سیاسی تبصرے بھی ہوتے، ادبی چٹکلوں اور لطائف و ظرائف کے علاوہ شعر و شاعری کے تذکرے بھی چھڑتے اور معاصرانہ نوک جھونک بھی چلتی۔ باتوں میں یوں تو ہر کوئی حصہ لیتا ہے اور ہر کوئی، کوئی نہ کوئی لطیف بات چھیڑ کر اس چلتی پھرتی محفل کو گرمانے کی کوشش کرتا لیکن سچ بات یہ ہے کہ اس سیر پارٹی کے روح رواں حضرت مولانا ابو العطاء صاحب اور سیٹھ محمد اعظم صاحب ہی تھے۔ سیٹھ صاحب کا سیاسی اور ادبی کتابوں کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ریاست حیدر آباد کے نوابوں، یار جنگوں اور نواز جنگوں نیز علمی و ادبی شخصیتوں، جلسے جلوسوں، ادبی محفلوں اور مشاعروں کے بیشمار واقعات ان کے دماغ کے نہاں خانوں میں محفوظ تھے۔ روزانہ ہی نئے سے نئے واقعات سناتے۔ ان واقعات کے بیان کرنے میں وطن مالوف کی محبت کا جذبہ کارفرما ہوتا۔ وہ حیدر آباد کی تہذیب اور وہاں کے لوگوں کی شرافت و نجابت کے نمونے دکھانے کی خاطر یہ واقعات بیان کرتے اور ساتھ کے ساتھ اس تہذیب کی بربادی پر آنسو بھی بہاتے۔ جذبہ تفاخر بھی جھلکتا اور درد کی کسک بھی اپنا اثر دکھاتی۔ وہ اپنے مخصوص انداز بیان سے ان واقعات کو پرلطف بناتے اور نامی گرامی شعراء کے نہایت برجستہ، برموقع اور برمحل اشعار سے گفتگو کو مزین کر کے ایسا سماں باندھتے کہ یوں محسوس ہوتا کہ ہم ربوہ کے نہیں حیدر آباد کے مضافات میں گھوم رہے ہیں۔ سیٹھ صاحب کی پر لطف باتوں کی وجہ سے اس سیر کی شہرت آس پاس کے محلوں میں بھی پہنچی اور ان محلوں کے صاحب ذوق اصحاب بھی اس سیر میں شریک ہونے لگے اور رفتہ رفتہ اس سیر پارٹی نے جم غفیر کی صورت اختیار کر لی۔ جب تک سیٹھ صاحب زندہ رہے صبح کی یہ سیر بھی زندگی سے معمور رہی۔ ان کے اور پھر چند ہی سال بعد حضرت مولانا ابو العطاء صاحب کے رخصت ہوتے ہی یہ پارٹی چھٹنی شروع ہوئی اور چھٹتی ہی چلی گئی۔ دوست احباب چھوٹی چھوٹی پارٹیوں کی شکل میں سیر اب بھی کرتے ہیں لیکن وہ پر لطف سیر جس سے جی کبھی سیر نہیں ہوتا تھا اب کہاں، اس کی تو صرف یاد ہی باقی رہ گئی ہے۔ سیٹھ صاحب اور صبح کی یہ سیر لازم و ملزوم تھے اور حد تو یہ ہے کہ اب بھی لازم و ملزوم ہیں اس لئے کہ اگر کبھی سیٹھ صاحب مرحوم کا ذکر چھڑے (اور وہ اکثر چھڑتا ہی رہتا ہے) تو اس سیر کی یاد تازہ ہوئے بغیر نہیں رہتی اور اگر کبھی سیر کا ذکر چل نکلے تو ناممکن ہے کہ سیٹھ صاحب مرحوم کی چٹپٹی و مزیدار اور بایں ہمہ غم و اندوہ اور درد کی آئینہ دار باتیں یاد نہ آئیں۔

قومی و ملی درد اور اس کے عملی تقاضے

نہایت مخلص اور فدائی احمدی ہونے کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے دردمندی کا جذبہ محترم سیٹھ صاحب مرحوم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی ہمہ جہتی ترقی کے وہ دل سے ہی خواہاں نہ تھے بلکہ اس ضمن میں عملی اقدام کے طور پر ان سے جو بن پڑتا تھا اس سے دریغ نہ کرتے تھے۔ مسلمانوں کی سیاسی اور معاشی فلاح و بہبود کے اس جذبہ ہی نے انہیں قائد اعظم کی زیر قیادت تحریک پاکستان میں حتی المقدور بھرپور حصہ لینے پر آمادہ کیا۔ اس زمانہ میں حیدر آباد دکن کے جن نوجوانوں نے ریاست میں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں سیٹھ صاحب مرحوم بھی شامل تھے۔ وہ شامل ہی نہ تھے بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ وہ پیش پیش تھے۔ اس زمانہ کے متعدد فوٹو ان کے پاس محفوظ تھے جنہیں وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ایک گروپ فوٹو پر تو انہیں بجا طور پر ناز تھا۔ یہ گروپ فوٹو تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے بعض حیدر آبادی نوجوانوں نے قائد اعظم کے ساتھ کھچوایا تھا۔ اس گروپ فوٹو میں سیٹھ صاحب کو بھی شمولیت کا اعزاز حاصل ہوا۔ وہ اپنے دوستوں کو یہ فوٹو بڑے فخر کے ساتھ دکھایا کرتے تھے۔

CRAWFORD TRAVEL SERVICES
COMPETITIVE FARES TO PAKISTAN - INDIA - THE MIDDLE & FAR EAST - USA & CANADA BY PIA - AIR INDIA - BRITISH AIR - EMIRATE AIR - GULF AIR - KUWAIT AIR AND OTHER MAJOR AIRLINES
PHONE 071 723 2773
FAX 071 723 0502
Room 104, Chapel House
24 Nutford Place, London W1H

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

مسلمانوں کی ہمہ جہتی ترقی کی یہ لگن ہی انہیں تحریک پاکستان کے ایک نامور رہنما نواب بہادر یار جنگ کی خدمت میں لے گئی۔ نواب صاحب مرحوم حیدر آباد میں مجلس اتحاد المسلمین کے صدر تھے۔ یہ مجلس ریاست میں آل انڈیا مسلم لیگ کی شاخ کی حیثیت سے سرگرم عمل تھی اور اس کا مقصد تحریک پاکستان کے مقاصد کو ریاست حیدر آباد میں آگے بڑھانا تھا۔ سیٹھ صاحب مرحوم نے اس ملی تنظیم میں اس قدر تندہی، محنت اور خلوص سے کام کیا کہ نواب بہادر یار جنگ، ان کی ذہانت و فطانت، لیاقت و متانت اور مفوضہ امور کی انجام دہی میں ان کے سلیقہ اور ہنر مندی سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ جن نوجوانوں کو انہوں نے اپنے معاونین خاص کے طور پر منتخب کیا ان میں سیٹھ صاحب بھی شامل تھے۔ وہ مجلس اتحاد المسلمین میں جائنٹ سیکرٹری کے عہدے پر فائز رہے۔ سیٹھ صاحب مرحوم نے اپنی اہم ذمہ داریوں کو رضاکارانہ طور پر بہت خوبی اور خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ انہیں آخر دم تک نواب صاحب مرحوم کا بھرپور اعتماد حاصل رہا۔ وہ نواب صاحب کے تمام تنظیمی اور سیاسی معرکوں میں ان کے دست راست کے طور پر شامل رہے۔ نواب صاحب ان کے کس درجہ مداح اور ان کی خدمات کے کس قدر معترف تھے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ نواب صاحب مرحوم نے اکتوبر ۱۹۴۳ء میں محترم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم ایڈیٹر الحکم قادیان کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:۔

"مولوی محمد اعظم صاحب مجلس اتحاد المسلمین کی مجلس عاملہ کے قدیم ترین رکن اور میرے رفیق کار ہیں اور ان چند نوجوانوں میں سے ہیں جن کی رفاقت پر میں فخر کرتا ہوں"۔

محترم سیٹھ صاحب مرحوم کو قائد اعظم سے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک قریبی نیاز حاصل رہا۔ انہوں نے مسلم لیگ کے لئے فنڈ جمع کرنے میں بحیثیت نائب صدر چیمبر آف کامرس حیدر آباد نمایاں حصہ لیا۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں نواب بہادر یار جنگ کے ہمراہ شریک ہوئے۔ اسی طرح دیگر متعدد و اہم اجتماعوں میں شرکت کر کے حیدر آباد دکن کی نمائندگی کی۔

محترم سیٹھ صاحب اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے پیش نظر سیاست میں بھرپور حصہ لینے کے علاوہ ریاست کے مختلف سرکاری اداروں کے ساتھ بھی بطور عوامی نمائندے کے منسلک رہے۔ ان اداروں میں حیدر آباد میونسپل کارپوریشن، فوڈ کونسل، اور پلاننگ کمیشن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مزید بر آں انہیں سالہا سال تک ریاست کی مجلس مقننہ (لیجسلیٹو اسمبلی) کے رکن کی حیثیت سے بھی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔

الغرض محترم سیٹھ صاحب نے اپنی گھریلو اور خاندانی مصروفیات کے پہلو بہ پہلو ایک نہایت فعال سماجی کارکن اور عوامی نمائندے کی حیثیت سے بہت مصروف اور بھرپور زندگی گزاری اور قوم و ملک کی نہایت شاندار خدمات انجام دیں۔

غیر معمولی مذہبی شغف اور جماعتی خدمات

سیٹھ صاحب محترم کی شخصیت کا یہ پہلو بہت تابناک ہے کہ آپ نے حیدر آباد میں سیاسی اور سماجی لحاظ سے بہت مصروف اور بھرپور زندگی گزارنے کے باوجود ان مصروفیات کو اپنے پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ انہوں نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ ان کی وجہ سے دینی اور جماعتی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں خلل واقع نہ ہوسکے۔ وہ دینی اور جماعتی ذمہ داریوں کو بھی اس خوبی اور خوش اسلوبی سے ادا کرتے رہے کہ خوش حالی اور فارغ البالی کے زمانہ میں بھی ان کی گوناگوں مصروفیات کے دوران دین کو بہر صورت و بہر حال دنیا پر تقدم حاصل رہا۔

سیٹھ صاحب ایک ایسے ممتاز خاندان کے چشم و چراغ تھے جسے اپنے صدق و صفا، اخلاص و وفا، قربانی و ایثار اور خدمت و فدائیت کے اعتبار سے جماعت میں ایک منفرد مقام حاصل تھا۔ اس خاندان کے عمر رسیدہ افراد کے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگوں سے اور علیٰ ہذا اس خاندان کی مستورات کے، خاندان مبارک کی خواتین مبارکہ اور نوجوانوں کے خاندان مبارک کے نوجوانوں سے بہت قریبی تعلقات استوار تھے گویا دونوں خاندان علیحدہ علیحدہ ہونے کے باوجود باہم دگر ایک بنے ہوئے تھے۔ صدق و صفا، اخلاص و وفا، نیز دیانتداری اور دینی خدمت کے جو اوصاف ان دونوں خاندانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کا موجب ہوئے تھے وہ سیٹھ صاحب محترم میں بھی کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔

یوں تو سیٹھ صاحب شروع ہی سے جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے لیکن ۱۹۳۲ء میں کالج کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ان کی تمام تر توجہ جماعتی کاموں کی انجام دہی کے لئے وقف ہو گئی تھی۔ اس نوجوانی کے زمانہ میں بھی وہ تبلیغی اور تربیتی کاموں میں پیش پیش رہتے۔ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۷ء تک وہ ہر سال مجلس شوریٰ میں حیدر آباد کی جماعت احمدیہ کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوتے رہے۔ مزید بر آں جلسہ سالانہ پر بھی بہت باقاعدگی سے ہر سال قادیان آتے اور ان ایام کو جلسہ سننے کے علاوہ عبادات میں گزارتے۔ ان کے والد بزرگوار حضرت سیٹھ محمد غوث صاحب اپنی وفات تک جو ۱۹۴۷ء میں واقع ہوئی جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن کے سیکرٹری مال رہے۔ محترم سیٹھ محمد اعظم صاحب اس کام میں اپنے والد بزرگوار کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ بعد ازاں وہ خود اس عہدے پر فائز ہوئے اور ۱۹۶۳ء تک جبکہ وہ ہجرت کر کے پاکستان آئے اس قدر محنت اور لگن سے کام کیا کہ جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن چندوں کی ادائیگی میں مثالی جماعت بنی رہی۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبات اور تقاریر میں محترم سیٹھ صاحب کے جذبہ دینی اور جماعتی خدمات کا بارہا تعریف کے رنگ میں ذکر فرمایا۔ مثال کے طور پر حضور نے ۱۴ ستمبر ۱۹۴۱ء کو حضرت سیٹھ محمد غوث صاحب حیدر آبادی کی سب سے چھوٹی صاحبزادی امتہ الحی صاحبہ کی تقریب نکاح کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں خود حضرت سیٹھ محمد غوث صاحب کے اخلاص اور خدمات کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد فرمایا:۔

"...... غرض سیٹھ (محمد غوث) صاحب حیدر آباد کے نہایت مخلص لوگوں میں سے ہیں۔ چندے کی فراہمی کے لحاظ سے، جماعت میں اتحاد و اتفاق قائم رکھنے کے لحاظ سے انہوں نے بہت اچھا کام کیا ہے اور بغیر اس کے کہ کوئی وقفہ پڑا ہو، کیا ہے۔ اور ان کے اخلاص کا ہی نتیجہ ہے کہ ان کو اولاد بھی اللہ تعالیٰ نے مخلص دی ہے۔ بعض لوگ خود تو مخلص ہوتے ہیں مگر ان کی اولاد میں وہ اخلاص نہیں ہوتا مگر سیٹھ صاحب کی اولاد بھی مخلص ہے۔ ان کے بڑے لڑکے محمد اعظم صاحب میں ایسا اخلاص ہے جو کم نوجوانوں میں ہوتا ہے۔ تبلیغ اور تربیت کی طرف انہیں خاص توجہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے ریاستوں میں تبلیغ کرنے سے لوگ عام طور پر ڈرتے ہیں اور کوئی بات ہو تو کوشش کرتے ہیں کہ بڑے بڑے لوگوں کو اس کی اطلاع نہ ہو سکے مگر میں نے دیکھا ہے کہ محمد اعظم صاحب کو شوق ہے کہ ریاست میں کھلی تبلیغ اور اشاعت کی جائے۔ اس کے متعلق وہ مجھ سے مشورے لیتے رہتے ہیں اور وہاں بھی نوجوانوں میں جوش پیدا کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے لڑکے معین الدین ہیں وہ بھی بہت اخلاص سے سلسلہ کے کاموں میں حصہ لیتے اور خدام الاحمدیہ کی تحریک میں بہت جدوجہد کرتے ہیں"۔

(الفضل ۵ نومبر ۱۹۴۱ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد نہم صـ ۲۴۳، ۲۴۴)

۲۸ فروری ۱۹۴۷ء کو جب حضرت سیٹھ محمد غوث صاحب نے وفات پائی تو سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴ اپریل ۱۹۴۷ء کو نماز جمعہ کے بعد آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور خطبہ ثانیہ میں آپ کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی اولاد کے اخلاص کا بھی ذکر فرمایا۔ حضورؓ نے فرمایا:۔

"اس عرصہ میں ان (یعنی سیٹھ محمد غوث صاحب مرحوم) کی بیویوں کے میری بیویوں سے ان کی بچیوں کے میری بچیوں سے اور میرے بچوں کے ان کے بچوں سے تعلقات ہو گئے اور آہستہ آہستہ یہ تعلقات گھر کی مانند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے بچوں اور بچیوں میں بھی بہت اخلاص ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو سلسلہ کی خدمت کی توفیق دے رہا ہے۔ ان کے بڑے لڑکے محمد اعظم صاحب سیکرٹری مال ہیں اور جماعت کے معیار کو بلند کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے بیٹے معین الدین صاحب ہیں وہ حیدر آباد میں خدام الاحمدیہ کے قائد ہیں اور تیسرا بچہ ابھی چھوٹا ہے اور تعلیم حاصل کر رہا ہے"۔

(الفضل ۲ مئی ۱۹۴۷ء صـ ۲ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دہم صـ ۶۸۷)

پھر محترم سیٹھ محمد اعظم صاحب مرحوم نماز با جماعت کے بھی بہت پابند تھے اور دعاؤں میں بھی خاص شغف رکھتے تھے۔ جب حیدر آباد سے قادیان آتے تو ان کی کوشش ہوتی کہ نمازوں میں حضرت مصلح موعودؓ کے پہلو میں کھڑے ہو کر حضورؓ کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔ ان کے اخلاص اور دعاؤں میں ان کے شغف کی وجہ سے حضورؓ نے بھی انہیں اس کی اجازت دی ہوئی تھی۔ حضور نے ۱۲ فروری ۱۹۵۱ء کے خطبہ جمعہ میں احمدی نوجوانوں کی دعاؤں میں شغف کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان فرمایا جس میں محترم سیٹھ محمد اعظم صاحب کا بھی ذکر آتا تھا۔ حضور نے فرمایا:۔

"ایک جلسہ پر میں نماز پڑھانے لگا۔ عموماً لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ میرے ساتھ کھڑے ہوں۔ سیٹھ محمد غوث مرحوم حیدر آباد دکن کے رہنے والے تھے، نہایت مخلص احمدی تھے۔ ان کے بیٹے سیٹھ محمد اعظم صاحب بھی نہایت مخلص نوجوان ہیں اور جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن کے سیکرٹری مال ہیں۔ سارا خاندان ہی مخلص ہے ان کا وطن قادیان سے بارہ سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہ جب جلسہ پر آتے تو نماز میں میرے ساتھ کھڑے ہوتے تاکہ انہیں دعائیں کرنے کا زیادہ موقع مل سکے۔ اس جلسہ کے موقع پر بھی وہ میرے ساتھ کھڑے تھے گجرات کے ایک احمدی آگے بڑھے اور انہیں پیچھے دھکیل کر کہنے لگے آپ لوگوں کو تو یہ موقع روز ملتا ہے ہم لوگ دور سے آتے ہیں ہمیں بھی حضور کے ساتھ کھڑے ہونے کا موقع دیں۔ اب گجرات قادیان سے ستر اسی میل کے فاصلہ پر ہے اور حیدر آباد دکن اور قادیان کے درمیان ہزار بارہ سو میل کا فاصلہ ہے لیکن انہوں نے بغیر تحقیقات کے اسے اپنا حق سمجھ لیا"۔

(الفضل ۲۹ اپریل ۱۹۶۱ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دہم صـ ۶۸۸)

۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۴ء تک مسلسل آٹھ سال ربوہ میں مجھے محترم سیٹھ صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے اور ان کی باتیں سننے کے بے حساب مواقع ملے۔ وہ پانچوں نمازیں بہت باقاعدگی سے محلہ کی مسجد میں با جماعت ادا کرتے اور سجدوں میں بہت دعائیں کرتے۔ انہیں اکثر

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS

ABBA

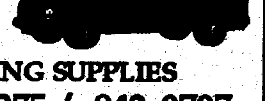

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

TO ADVERTISE IN THE
[illegible]
PLEASE CONTACT
[illegible]
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON [illegible]

خطبہ جمعہ

جب تک ہم بحیثیت احمدی مسلم اپنے اندرونی تعلقات کو مثالی نہ بنالیں اس وقت تک ہم بنی نوع انسان پر اسلام کے غلبے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز | بتاریخ ۷ اکتوبر ۱۹۹۴ء مطابق ۷ اخاء ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام کیلگری (کینیڈا)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم.
﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾.

چند ماہ پہلے جب مجھے کینیڈا آنے کی توفیق ملی تو صرف مشرقی کینیڈا کا دورہ تھا۔ ٹورانٹو چونکہ جماعت کا مرکز ہے اس لئے وہیں تک دورہ محدود رہا اور مغربی کینیڈا کا کوئی پروگرام نہیں بن سکا۔ اس دفعہ جب امریکہ کا پروگرام بنا تو ہمارے ایک دوست نے جو پہلے کینیڈا رہتے تھے اب امریکہ جا چکے ہیں، انہوں نے مجھے ایک اس سے پہلے وعدہ یاد دلایا کہ آپ نے جیسپر پارک میں کچھ دن ذاتی طور پر الگ ٹھہرنے کا ایک دفعہ ذکر کیا تھا اور میں نے آپ سے وعدہ لیا تھا کہ آپ میرے مہمان ہوں گے تو اب آپ کو میں وہ یاد دلاتا ہوں۔ یہ پیغام مجھے کسی ذریعے سے ملا کہ اگر ہو سکے تو جیسپر پارک کا دورہ اس دفعہ رکھ لیا جائے پس وہ ذاتی دورہ جو جیسپر پارک کا تھا اللہ نے اس پہلو سے بہت مبارک کر دیا کہ کینیڈا ہی کے مغربی حصے میں دو جمعے پڑھنے کی توفیق ملی ہے ایک جمعہ ایسی جگہ پڑھا گیا جہاں وینکوور کی تقریباً تمام جماعت شامل ہوئی اور اس کے علاوہ سیٹل کی جماعت کی بھی بھاری نمائندگی وہاں تھی لیکن وہ پڑھا گیا کینیڈا کے ساحل میں، کینیڈا کی سرزمین میں یعنی بارڈر کراس کرنے کے بعد اور دوسرا جمعہ آج یہاں کیلگری میں پڑھنے کی توفیق مل رہی ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ وقت محدود ہونے کی وجہ سے آپ کی اور اپنی خواہش کو پورا کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ یعنی انفرادی، تفصیلی، ذاتی اور فیملی ملاقاتیں ممکن نہیں ہیں۔ چونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ سب سے مل سکتے، اگر ایسا کرتے تو مل بیٹھ کر جو اجتماعی گفتگو ہے اس کا وقت نہیں ملنا تھا۔ اس لئے میں نے امیر صاحب سے یہ درخواست کی کہ چند ایسے استثناء جو بعض دفعہ کرنے پڑتے ہیں ان کے سوا ذاتی اور فیملی ملاقاتیں نہ رکھی جائیں۔ اس لئے آج کا پروگرام یہ ہو گا کہ جمعے کے بعد ہم ایک کسی ذاتی گھر میں جہاں پہلے سے انتظام ہے وہاں کچھ عرصے کے لئے جائیں گے۔ پھر پانچ بجے ہمارا باقاعدہ دوسرا جماعتی پروگرام شروع ہو گا اور پانچ بجے ایک گھنٹہ کی ملاقاتیں رکھی ہیں۔ وہ بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے استثنائی صورت میں ہیں بعض ایسی ملاقاتیں ہیں جن سے میں پہلے کبھی وعدہ کر چکا تھا اور موقع پر مجھے یاد دلایا گیا کہ یہ مجبوری تھی اور بعض اور مصلحتوں کے پیش نظر جو جماعتی مصلحتیں بھی ہیں ملاقاتیں رکھنی پڑتی ہیں۔ کسی کو مقامی انتظامیہ سے یا امیر صاحب سے شکوے کا محل نہیں ہے۔ یہ مناسب نہیں ہو گا کہ لوگ کہیں کہ فلاں کی کروادی اور فلاں کی نہیں کروائی۔ جو کچھ بھی ہوا ہے میری ہدایت پر مشورے کے بعد اور میری اجازت سے ہوا ہے اس لئے اس بحث کو بے وجہ نہ چھیڑیں کہ کس کو موقع ملنا چاہئے تھا اور نہیں مل سکا۔ ہاں اجتماعی ملاقات کے لئے انشاء اللہ چھ بجے وقت رکھا گیا ہے چھ سے لے کر ساڑھے سات تک انشاء اللہ ہم اکثر حصہ مردوں میں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔ جس نے اپنا تعارف کروانا ہوا اسے موقع ملے گا۔ بہت سے ایسے احمدی دوست ہیں جو پاکستان سے یا کسی اور کینیڈا کے حصے سے اس علاقے میں میرے گذشتہ دورے کے بعد آئے ہیں اور ان سے جو خصوصاً پاکستان سے آئے ہیں ان سے تو دس گیارہ سال سے بعض دفعہ بارہ سال سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ان میں بھی آگے پھر مختلف قسمیں ہیں۔ جب ملاقات کے خواہشمندوں کی فہرست دیکھ رہا تھا میں نے امیر صاحب سے کہا کہ جب میں پاکستان ہوتا تھا تو بعض ان میں سے ایسے ہیں جب وہاں بھی ان کو ملنے کی خواہش نہیں ہوئی تو اب کینیڈا کا کیوں زائد حق تسلیم کیا جائے۔ اس لئے جو پرانے سلسلے سے گہرا تعلق رکھنے والے خدام ہیں، کاموں میں پیش پیش ہیں اور جماعتی خدمت کی وجہ سے حق رکھتے ہیں ان کو بہرحال فوقیت ملنی چاہئے۔ لیکن کم کرنے کے باوجود پھر بھی فہرست اتنی لمبی بن گئی تھی کہ تین گھنٹے میں بھی وہ چیدہ چیدہ ناموں کے ساتھ فیملی ملاقاتیں ممکن نہیں تھیں۔ یہ تو معذرت کا حصہ ہے انشاء اللہ باقی ملاقات چھ بجے اجتماعی طور پر ہم اکٹھے بیٹھیں گے اور آپ کو موقع ملے گا جو دوست بعد میں آئے ہیں وہ کھڑے ہو کر اپنا تعارف کروا سکتے ہیں اور اس طرح آمنے سامنے بیٹھ کر سب سے اجتماعی گفتگو ہو جائے گی۔ امیر صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کے بعد چند منٹ کے لئے خواتین میں بھی جانا ہو گا کیونکہ بہت سی خواتین ایسی ہیں جو بعد میں تشریف لائی ہیں ان کو بھی خواہش ہو گی کہ ان سے بھی گفتگو ہو جائے یہ تو حصہ ہے معذرت والا۔

اب میں اس سلسلہ مضمون کی طرف لوٹتا ہوں جس پر میں کچھ عرصے سے خطبات دے رہا ہوں۔ ایک لمبے عرصے تک میں نے عبادات کے موضوع پر خطبے دیئے۔ ان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ان کی انسانی زندگی میں اہمیت کو واضح کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلقات درست کئے بغیر اس زندگی کا کوئی بھی مقصد نہیں رہتا۔ محض ایک جانوروں کی طرح زندہ رہ کر، کھا پی کر مر جانا ہے اس کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور یہی فرق ہے انسان اور حیوان میں کہ انسان کو وہ استعدادیں بخشی گئی ہیں، وہ نور فراست عطا کیا گیا ہے جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ سے ایک باشعور رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ ویسے تو ہر مخلوق کا خدا سے ایک رابطہ ہے اور کوئی مخلوق خواہ آپ اسے بے جان سمجھیں بے شعور سمجھیں اللہ سے رابطے سے عاری نہیں ہے اور اپنی اپنی توفیق کے مطابق جسے ہم نہیں سمجھ سکتے اللہ کی حمد کرتی ہے۔ لیکن انسان اور باقی مخلوقات میں فرق یہ ہے کہ انسان وہ استعدادیں رکھتا ہے جس سے خدا تعالیٰ سے باشعور تعلق قائم کر سکتا ہے جیسے انسان کا انسان سے تعلق ہوتا ہے۔ یہ لمبا سلسلہ ہے جس کو انشاء اللہ جب نارتھ امریکہ میں ٹیلی ویژن کا کام جاری ہو جائے گا تو پھر ہم مناسب وقت میں سلسلہ وار دوبارہ شروع کریں گے۔ کیونکہ آپ میں سے بھاری اکثریت ایسی ہے جو وہ خطبے نہیں سن سکی، ان کے لئے ممکن نہیں تھا۔ لیکن وہ ضرورت بہت ہے کیونکہ اللہ سے تعلق استوار کئے بغیر انسان سے صحیح معنوں میں تعلق استوار نہیں ہو سکتے۔ تو یہ جو حصہ ہے یہ تو آپ آئندہ انشاء اللہ ایک دو ماہ کے اندر سلسلہ وار سن سکیں گے لیکن آج کل میں جس موضوع پر گفتگو کر رہا ہوں وہ انسانوں سے انسانوں کے تعلقات کا مضمون ہے جس کا گہرا تعلق اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے ساتھ ہے۔

ایک انسان جو خدا سے تعلق رکھتا ہے اس کے خدا سے تعلق کے حالات تو اکثر ہم پر پوشیدہ رہتے ہیں لیکن خدا سے تعلق کے نتیجہ میں وہ بنی نوع انسان سے جیسے تعلقات رکھتا ہے وہ ہمیں دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اور وہ ایک ایسی چیز ہے جسے چھپایا نہیں جا سکتا۔ اور وہی معاملات ہیں جن سے انسان کا باخدا یا بے خدا ہونا معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ان تعلقات سے وہ رسمی تعلقات مراد نہیں جو مہذب قوموں میں تہذیب کے نام پر جاری ہیں بلکہ وہ تعلقات مراد ہیں جو ایک باخدا سب سے بڑے باخدا، برگزیدہ انسان حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنے اللہ سے تعلق کے نتیجہ میں سیکھے۔ اور خدا کی محبت کے نتیجے میں خدا کی مخلوق سے جو طبعی محبت پیدا ہوئی اور اس محبت کے جو تقاضے تھے وہ آپ نے نہ صرف خود ادا فرمائے بلکہ ہمیں بھی سکھایا کہ اگر تم باخدا ہو تو یہ کچھ کرنا ہو گا آپس کے تعلقات کو اس طرح درست کرنا ہو گا۔ ان تعلقات کی کمی بسا اوقات جماعت میں بھی نظر آتی ہے اور اس انسانی تعلق میں رخنوں کی وجہ سے مجھے ان کی عبادت میں رخنے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ محض یہ کہنا کہ یہ انسانی تعلقات کی

خرابیاں ہیں درست نہیں ہے۔ جس کے تعلقات اللہ سے درست ہوں اس کے انسانی تعلقات ہموار ہو جاتے ہیں اور ان میں بہت کم رخنے دکھائی دیتے ہیں بعض دفعہ رخنے دکھائی دیتے ہیں تو دیکھنے والے کی آنکھ کا قصور ہوتا ہے اور اس کی ٹیڑھی نظر ایک باخدا انسان کے انسانی تعلقات کو ٹیڑھا دیکھنے لگتی ہے۔ جیسا کہ بعض اندھے اور دشمن اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے انسانی تعلقات پر بھی حرف رکھنے لگتے ہیں۔ پس مراد یہ نہیں کہ ٹیڑھی آنکھوں والوں کو بھی یہ تعلقات درست دکھائی دیتے ہیں۔ عام سرسری نظر میں انسان جو تقویٰ کے اعلیٰ مدارج نہ بھی طے کر سکا ہو اگر معمولی انصاف کی نظر سے بھی دیکھے تو اسے خدا والوں کے تعلقات میں کوئی رخنہ دکھائی نہیں دے گا۔

پس اس پہلو سے میں جماعت کی تربیت کی کوشش کر رہا ہوں کیونکہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ جب تک ہم بحیثیت احمدی مسلم اپنے اندرونی تعلقات کو مثالی نہ بنالیں اس وقت تک ہم بنی نوع انسان پر اسلام کے غلبے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ اسلام کا غلبہ جو محض نظریاتی غلبہ ہو، جو کوئی اخلاقی انقلاب برپا نہ کر سکے، جو کوئی روحانی تبدیلی پیدا نہ کر سکے وہ بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہے اور کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے ایسے غلبے کی کوئی پیش گوئی نہیں فرمائی "لیظھرہ علی الدین کلہ" فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تمام انسانوں پر اس مذہب کو غالب فرمادے گا۔ فرمایا محمد رسول اللہ کو تمام ادیان پر غالب فرمادے گا یعنی محمد رسول اللہ کے اخلاق، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا رہن سہن، آپؐ کی بود و باش، آپؐ کی طرز معاشرت، آپؐ کے بنی نوع انسان سے تعلقات، آپؐ کے خدا تعالیٰ سے تعلقات ہر دوسرے دین پر غالب آجائیں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ احمدی ایک ایسا خوبصورت آسمانی معاشرہ قائم کریں جس میں وہ جہاں جہاں بھی ہوں دنیا کو جزیروں کی طرح دکھائی دینے لگیں۔ ایسے جزیروں کی طرح جو ان میں رہتے ہوئے بھی ان سے الگ ہوں اور نہایت دلکش اخلاقی مناظر پیش کرتے ہوں۔

ایک انسان جو خدا سے تعلق رکھتا ہے اس کے خدا سے تعلقات کے حالات تو اکثر ہم پر پوشیدہ رہتے ہیں لیکن خدا سے تعلق کے نتیجہ میں وہ بنی نوع انسان سے جیسے تعلقات رکھتا ہے وہ ہمیں دکھائی دینے لگتے ہیں اور وہی معاملات ہیں جن سے انسان کا باخدا یا بے خدا ہونا معلوم کیا جا سکتا ہے۔

حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی اس مضمون میں جو متفرق نصائح ہیں ان میں سے بعض کا انتخاب میں پہلے کر چکا ہوں، بعض کا آج کے خطبے کے لئے انتخاب کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اور یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان فرمائی اور بخاری سے لی گئی ہے فرمایا اس کی طرف دیکھو جو تم سے کم درجے کا ہے، کم وسائل والا ہے، اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر اور اچھی حالت میں ہے یہ شکر کا ایک انداز ہے۔

اب یہ بہت ہی مختلف الفاظ میں بہت گہری نصیحت ہے بہت سے انسانی تعلقات کے رخنے اس نصیحت کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں اول تو یہ غور طلب بات ہے کہ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے سے نیچے لوگوں کو دیکھتے ہیں مگر حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اپنے سے اوپر لوگوں کو دیکھتے ہیں مگر حسد کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ اپنے سے نیچے کو دیکھو اور اوپر کو نہ دیکھو۔ یہ کیوں نہ فرمایا کہ اپنے سے نیچے کو دیکھو تو حقارت سے نہ دیکھو بلکہ محبت سے دیکھو۔ دوسری جگہ فرمایا ہے یہاں یہ نہیں فرمایا۔ اگر آپ غور کریں تو اس میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی بے حد گہری فراست کی روشنی ملتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو شخص نیچے دیکھے اور حقارت سے دیکھ رہا ہو اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ اوپر حسد سے نہ دیکھے کیونکہ جو نیچے حقارت سے دیکھتا ہے اس کو یہ برداشت ہی نہیں ہو سکتا کہ اس سے اوپر بھی کوئی خوش حال انسان ہے۔ پس اوپر نہ دیکھنے نے اس مضمون کے ایک طرف کو ایسا قطع کر دیا ہے کہ دوسرے حصے پر اس کی بہت ہی عمدہ روشنی پڑتی ہے اور ساری بات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اپنے سے نیچے دیکھو اور اوپر نہ دیکھو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو حسد کا مادہ رکھتے ہیں جو کسی کی خوشحالی سے جلتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اپنے سے کم تر لوگوں کی ضرورتوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور ان سے بے پرواہو جاتے ہیں۔ انکی طرف نہ دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ اگر نظر ڈالیں گے تو حقارت کی نظر ڈالیں گے ورنہ ان کو پرواہ ہی کوئی نہیں کہ نیچے کون لوگ ہیں۔

آنحضورؐ نے فرمایا کہ جب تم دیکھو تو نیچے کی طرف دیکھو اور اوپر نہ دیکھو اس سے شکر پیدا ہوتا ہے۔ اوپر اگر انسان دیکھتا رہے اور ان لوگوں کو دیکھے جو ان سے بالا ہیں ان کو خدا نے دولتیں اور دوسرے انعامات زیادہ عطا کئے ہیں یا ذہنی اور قلبی صلاحیتیں زیادہ بخشی ہیں تو ایسے شخص کی زندگی ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہتی ہے اور ہمیشہ ناشکری کے خیالات دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ اس کو تو اللہ تعالیٰ نے یہ دیا مجھے نہیں دیا۔ یا اس نے یہ اپنے ذرائع سے حاصل کر لیا اور میں نہیں کر سکا تو ساری زندگی میں ایک تلخی گھولی جاتی ہے لیکن ایک انسان اگر نیچے کی طرف دیکھنے کا رجحان رکھتا ہو تو وہ لوگ جو اس سے کئی طرح سے کم تر ہیں، ذہنی لحاظ سے کم تر ہیں یا جسمانی استعدادوں کے لحاظ سے کم تر ہیں یا مالی استعدادوں کے لحاظ سے کم تر ہیں، رہن سہن اور دنیا کے دیگر آرام کے ذرائع میں وہ نسبتاً کم تر ہیں تو اس کی توجہ ان کے لئے ہمدردی اور احسان کے زاویہ سے ہوگی اور حقارت کے زاویہ سے نہیں ہوگی کیونکہ اس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے شکر کی شرط لگادی ہے کہ یہ میں تمہیں شکر کا طریقہ سکھا رہا ہوں۔ پس جو شخص اپنے سے کم تر کو دیکھے وہ ہمیشہ شکر میں مبتلا رہے گا کہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ مجھے یہ بھی میسر ہے اور وہ بھی میسر ہے اور ان ان صلاحیتوں میں میں اس سے بہتر ہوں۔ پس اس پہلو سے اگر آپ دنیا میں تمام معذوروں اور مجبوروں کو دیکھیں یا غریبوں کو دیکھیں یا مظلوموں کو دیکھیں تو آپ کے اندر ہمیشہ یہ احساس تشکر زندہ رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہتوں سے بہتر انعام عطا فرمائے ہیں جن کے آپ حقدار نہیں تھے، جو آپ نے کمائے نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر آپ اپنے آپ کو حقدار سمجھیں اور یہ یقین کریں کہ یہ کچھ آپ نے کمایا ہے تو پھر شکر کا جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

بہت پیارا شعر ہے اور اسی مضمون پر روشنی ڈال رہا ہے کہ وہ شخص جو یہ سمجھتا ہو کہ جو کچھ بھی ملا ہے اللہ کی نعمت ہے اور اس کی مرضی ہے وہ مالک ہے جتنا چاہے دے اسی پر ہم راضی رہیں۔ اور پھر یہ یقین کریں کہ یہ ہماری محنت یا حق کے نتیجے میں نہیں ہے بلکہ عطا کے نتیجے میں ہے تو ایسے انسان کی زندگی غربت اور تکلیف میں بھی سنور جاتی ہے۔ اور اس کا روزمرہ کا اپنے ماحول سے برتاؤ اور ان سے اٹھنا بیٹھنا اور ملنا جلنا ایک شکر گزار بندے کی طرح ہو جاتا ہے۔ اپنے سے کم تر سے وہ جب ملتے ہیں تو احسان کے ساتھ ملتے ہیں اور جو شکر گزار ہو اور یہ سمجھے کہ میرا حق نہیں تھا مجھے عطا کیا گیا ہے۔ وہ جو محروم ہیں ان کے لئے ان کے دل میں زیادہ ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور ان کے لئے خرچ کرنے پر تیار رہتے ہیں اگر یہ نہ کر سکیں تو ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور ان سے شرمندہ رہتے ہیں کہ یہ جو ان کو نہیں ملا اور مجھے ملا ہے، اگر میں حق دار نہیں تھا تو پھر لازم ہے کہ ان کے لئے میں کچھ نہ کچھ کروں اور ان کی تکلیفوں کو کم کروں اور ان کی خوشیوں میں اپنی خوشیاں شریک کر دوں۔ یہ وہ مضمون ہے جو بڑا وسیع ہے اس مضمون پر بعض دفعہ میں نے پورے خطبات صرف کئے ہیں لیکن اتنا گہرا اور تفصیلی وسیع مضمون ہے کہ اس کا ایک دو خطبوں سے حق ادا نہیں ہو سکتا۔ بہرحال حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی اس حدیث میں بہت ہی گہری فراست ہے اور تمام انسانی نفسیات کا نچوڑ ہے۔ اگر آپ اس پر عمل نہیں کریں گے تو اس وقت جو باقی دنیا کا حال ہے وہی حال جماعت کا ہو جائے گا وہ سب ایک دوسرے سے اموال میں بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور یہ کوشش حسد کے نتیجے میں ہے ایک دوسرے کو اچھا دیکھ نہیں سکتے اور یہ حال جب معاشرے میں ہو جائے تو گھر گھر آپس میں بٹ جاتے ہیں۔ جس بلا کا نام ہمارے ملک پنجاب میں شریکہ رکھا جاتا ہے، یہ وہی بلا ہے جو ایک دفعہ وارد ہو جائے تو گھروں کو اجاڑ دیتی ہے اور پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ایک خاندان کا حصہ ہے وہ نسبتاً غریب ہے دوسرا خاندان ہے اللہ تعالیٰ نے دوسرے حصے پر نسبتاً

DISTRIBUTORS OF CRIMPLENE/ VELVET & POLYESTER COTTON CLOTH/ QUILTS & BLANKETS/ PILLOWS & COVERS/ VELVET CURTAINS/ NYLON & SATIN FINISH BED SPREADS/ BED SETTEE & QUILT COVERS/ VELVET CUSHION COVERS/ PRAYER MATS/ ETC. ETC DIRECT SALE TO THE PUBLIC

CROWN TEXTILES,
138 ABBEY ROAD, BRADFORD, BD8 8DP
PHONE 0274 724 331/ 488 446
FAX 0274 730 121

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

زیادہ نعمت عطا فرمار کھی ہے تو ان کو دیکھتے ہیں اور آگ لگ جاتی ہے کہ یہ کیوں ہم سے اچھے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں اور شریکے کی دشمنیاں کئی قسم کے بدرنگ اختیار کرلیتی ہیں، رشتے اجڑ جاتے ہیں۔ آپس میں تعلقات کے نتیجے میں یعنی دنیاوی تعلقات کے نتیجے میں بعض رشتے بھی کرنے پڑتے ہیں اور وہ رشتے نعمت کی بجائے عذاب بن جاتے ہیں۔ پس یہ بہت ہی بڑی ہلاکت ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس نصیحت کے ذریعے ہمیں بچالیا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ان تمام قوموں میں، ان تمام خاندانوں میں جن میں یہ وبا موجود ہے، یہ بلا آ پڑی ہے کہ وہ اچھے کو اچھا نہیں دیکھ سکتے، وہ اس نصیحت کو سن کر اس پر عمل کرکے اپنی زندگی میں انقلاب برپا کرنے کی کوشش کریں گے، اپنے سے نیچے کو دیکھیں گے ان سے ہمدردی کا سلوک کریں گے۔ اگر یہ سلسلہ ہو تو سلسلہ وار سب سے اچھا اپنے سے کم تر سب سے جھک کر ملے گا اور وہ اس سے حسن سلوک کرے گا اس کی نعمت سے باقی خاندان کے لوگ بھی حصہ پائیں گے، اس کی رحمت اور شفقت کا باقی سب بھی مورد بنیں گے اور اس طرح یہ تعلقات نفرتوں اور حسد پر منتج ہونے کی بجائے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن و احسان کے سلوک پر منتج ہو جائیں گے۔ [اس موقعہ پر حضور کے گلے میں خراش اور کھانسی کی شکایت ہوئی تو آپ نے فرمایا: میں نے کہا ذرا گرم پانی ہو یا ہلکا قہوہ ہو تو منگوا دیجئے۔ مجھے کل پرسوں کچھ تھوڑا سا نزلہ ہو گیا تھا تو اب اللہ کے فضل سے ٹھیک ہوں بہت حد تک بہتر ہوں کوئی اس میں مزید خرابی پیدا نہیں ہوئی لیکن بولتے وقت گلا کچھ خشک ہو جاتا ہے اس لئے مجھے پانی مانگنا پڑا ہے]۔

جس کے تعلقات اللہ سے درست ہوں اس کے انسانی تعلقات ہموار ہو جاتے ہیں اور ان میں بہت کم رخنے دکھائی دیتے ہیں۔

ایک اور حدیث ہے بخاری سے لی گئی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن میں سخت بازپرس کروں گا۔ ایک وہ جس نے میرے نام پر کسی کو امان دی اور پھر دھوکہ بازی اور غداری کی۔

ایسی مثالیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں تو کوئی نہیں ملتیں میرے علم میں کبھی ایسی بات نہیں آئی کہ جماعت میں کسی نے خدا کے نام پر کسی کو پناہ دی ہو اور پھر اس سے دھوکہ بازی کی ہو لیکن جو جماعت کے دشمن مولوی ہیں ان میں بارہا ایسی مثالیں نظر آتی ہیں۔ ابھی دو تین دن پہلے بنگلہ دیش سے ایک فیکس ملی کہ ایک علاقے کے مولوی نے وہاں کے نو احمدیوں کو خدا کے نام پر وعدہ کرکے بلایا کہ آؤ ہم گفتگو کرتے ہیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور بڑے اچھے پاکیزہ ماحول میں گفتگو ہوگی مگر خدا کے نام کی پناہ دے کر پھر غنڈوں سے حملہ کروایا اور کئی تقریباً جان کنی کی حالت میں جا پہنچے۔ تو یہ وہ مضمون ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے میں قیامت کے روز سخت بازپرس کروں گا ان میں سے ایک وہ ہے جو میرے نام کی پناہ دے کر پھر دھوکہ کرے اور کسی کو یہ یقین دلا کر کہ اللہ کی امان میں آچکے ہو تمہیں کوئی خطرہ نہیں پھر اسے اپنے شر کا نشانہ بنائے اس کو میں کبھی معاف نہیں کروں گا اور اس سے سختی کا سلوک کروں گا۔

پھر فرمایا دوسرا آدمی وہ ہے جس نے کسی آزاد کو پکڑ کر دھوکہ بازی اور غداری کی اور اپنے فائدے کے لئے آگے بیچ دیا، اس کی قیمت کھا گیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں غلامی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ وہ غلامی کا تصور جس کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے وہ خاص جنگ کی حالتوں کے نتیجے میں جنگی قیدیوں کو غلام کہا جاتا ہے اور تمام تر مضمون ان کے گرد گھوم رہا ہے لیکن کہیں اشارۃً بھی اس بات کی اجازت نہیں کہ کوئی انسان کسی دوسرے آزاد انسان کو پکڑ کر اپنا غلام بنالے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ وہ قومیں جو اسلام کے غلامی کے تصور پر طعنہ زن ہیں اور دنیا کو کہتی ہیں کہ اسلام نے غلامی کی تعلیم دی انہوں نے ایسی غلامی کی بنیادیں ڈالی ہیں اور اس قدر سنگین غلام بنانے کے جرائم ادا کئے ہیں کہ ساری دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ امریکہ جو کثرت کے ساتھ ایفرو امیریکن سے بھرا ہوا ہے، یہ اس بات پر گواہ ہے کہ افریقہ کے ملکوں سے مغربی قوموں نے دھوکہ دے دے کر لوگوں کو پکڑا اور بہت مدت تک نہایت خوفناک جیلوں میں ٹھونسا اور پھر وہاں سے پکڑ کر یہ ایسے حال میں امریکہ کے ساحل پر لے کے آئے کہ بڑی بھاری تعداد رستے میں گندی اور ناقابل برداشت حالتوں کے نتیجے میں مرجایا کرتی تھی۔

وہ اسلام کا غلبہ جو محض نظریاتی غلبہ ہو، جو کوئی اخلاقی انقلاب برپا نہ کرسکے، جو کوئی روحانی تبدیلی پیدا نہ کرسکے وہ بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہے۔

میں جب غانا گیا تھا تو وہاں جب ان کے صدر سے ملنے گیا تو ان کے ایڈی کام نے مجھے محل میں وہ تہ خانہ بھی دکھایا تھا جہاں کسی زمانے میں دھوکہ دے کر افریقن یعنی غانین افریقنوں کو پکڑ کر پہلے قید میں رکھا جاتا تھا اور پھر وہاں سے جہازوں پر لاد کر امریکہ پہنچایا جاتا تھا۔ ایسا خوفناک نظارہ تھا کہ اس کو دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں انسان کی بہیمانہ کیفیت کو دیکھ کر، اس کی بد حالت کو دیکھ کر۔ بتانے والوں نے بتایا کہ ایک ایک کمرے میں اتنے اتنے آدمی ٹھونس دیئے جاتے تھے کہ وہ بیٹھ نہیں سکتے تھے کیونکہ بیٹھنے کے لئے جو ہلنے کی جگہ ہے وہ میسر نہیں ہوتی تھی اور ان کے لئے کوئی ٹائیلٹ کا انتظام نہیں ہوا کرتا تھا۔ اور خوراک، اس وجہ سے کبھی کبھی روٹی پھینک دیا کرتے تھے کہ یہ مر نہ جائیں یہ ہماری دولت ہے جو ضائع نہ ہو جائے۔ اور اس حالت میں کئی لوگ کھڑے کھڑے مر مر کر گرتے رہتے تھے یا پھنسے رہتے تھے اسی طرح۔ پھر جن جہازوں پر لادتے تھے ان میں ایسی کیفیت تھی جیسے ڈربوں میں ظالم لوگ مرغیاں ٹھونس دیتے ہیں اور ان کا بھی وہی حال تھا یعنی جو تاریخ میں نے پڑھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پچیس سے تیس فیصد تک زندہ آدمی امریکہ پہنچتے تھے باقی رستوں میں مر جاتے تھے اور ابھی یہ مہذب قومیں ہیں۔ یہ اسلام کی غلامی کے تصور پر ہنستی ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم کا مطالعہ کرکے دیکھیں اور اس تعلیم کو دیکھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے غلاموں کے متعلق فرمائی تو ایک حیرت انگیز انسانی عظمت کا مظہر تعلیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں غلام بنانے کا رستہ تو کوئی نہیں بتایا گیا سوائے اس کے کہ جنگ ٹھونسی گئی ہو۔ اور غلامی سے آزادی کے بے شمار دروازے کھولے گئے ہیں یہاں تک کہ یہ حق بھی ہر غلام کو دے دیا کہ اگر تم جنگی غلام کے طور پر کس کے ماتحت آئے ہو اور اس سے آزاد ہونا چاہتے ہو تو تمہارا بنیادی حق ہے، تم جتنی قیمت تمہاری طے ہو وہ وعدہ کرو اور اس کے نتیجے میں تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ پھر کماؤ اور اس قیمت کو ادا کرو اسے مکاتبت کہا جاتا ہے۔ کسی آزاد کو خود پکڑ کر غلام بنالینا اور بیچنا اتنا مکروہ فعل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خبر دی کہ یہ دوسرا شخص جسے میں قیامت کے دن سختی سے دیکھوں گا اور سختی سے اس کی بازپرس کروں گا وہ شخص ہوگا جو کسی آزاد بندے کو پکڑ کر غلام بنالے اور اس کی قیمت کھا جائے۔

تیسرا آدمی فرمایا وہ ہے جس نے کسی کو مزدوری پر رکھا اس سے پورا پورا کام لیا لیکن اس کو طے شدہ مزدوری نہ دی۔ پہلی دو صورتوں میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت میں کوئی دور کا بھی ایسا امکان دکھائی نہیں دیتا کہ ان بدیوں میں ملوث ہو۔ لیکن مزدوری نہ دینے کا جو معاملہ ہے، یہ بہت سے باریک پہلو رکھتا ہے، بہت سے پردے رکھتا ہے۔ اور جن گھروں میں جن علاقوں میں خدمت گار رکھنے کا رواج ہے ان میں عموماً یہ دیکھا گیا ہے۔ عموماً نہیں تو یہ نظر ضرور آتا ہے کہ بعض لوگ اپنے گھر کے نوکروں سے ویسا سلوک نہیں کرتے جو ایک خدمت گار کا حق ہے۔ اور اس کی تفصیل آنحضورؐ نے مختلف جگہوں پہ بیان فرمائی ہے۔ کچھ حصہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں مگر یہاں اب یہ منفی رنگ میں میں ذکر کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کسی سے کام لے اور اس کا حق ادا نہ کرے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ سلوک فرمائے گا کہ وہ تین نمایاں مجرم جن سے خدا نے سختی سے بازپرس کرنی ہے ان میں ان لوگوں کو بھی شامل کیا جائے گا۔ پس ظاہری طور پر اگر ایسا دکھائی نہ بھی دیتا ہو تو بعض دفعہ غفلت کی حالت میں بعض سلوک ایسے ہوتے ہیں جس سے ایک مزدور اپنے حق سے محروم رہ جاتا

اکمل
کی مٹھائیاں ہوں کی تو بات ہی کچھ اور ہے
AKMAL SWEET CENTER & FAST FOOD
ELBESTR. 22 · TEL. (069) 23 31 80 / 23 48 47
60329 FRANKFURT AM MAIN

ہے۔ اس کے متعلق جماعت کو ہمیشہ متنبہ رہنا چاہئے گھر کے نوکر ہوں، جو رواج تو اب کم ہوتا جارہا ہے، یا تجارت میں نوکر ہوں ان سب سے ایسا حسن سلوک ہونا چاہئے کہ کوئی شائبہ بھی اس بات کا نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے شخص کو ناراضگی کی نظر سے دیکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور روایت ہے جو بخاری سے لی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا "طاقتور پہلوان وہ شخص نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے، پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے یعنی اپنے نفس کو پچھاڑ دے"۔

اور یہ وہ نصیحت ہے جس پر توجہ نہ دینے کے نتیجے میں بہت بڑے بڑے دردناک واقعات پیدا ہوتے ہیں اور بہت سے جھگڑے ایسی شکل اختیار کر جاتے ہیں جن کے نتیجے میں خاندان دکھوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لمبی مصیبتیں پیچھا کرتی ہیں، کئی خاندانوں کو مدتوں جیلوں میں وقت گزارنے پڑتے ہیں، بہت ہی بد حالتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک اس نصیحت کو نظرانداز کرنے کے نتیجے میں کہ ایک انسان غصے کے وقت قابو نہ پا سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس سلسلے میں جو نصیحت فرمائی ہے تفصیلی ہدایت دی ہے وہ یہ ہے کہ غصہ آئے تو ایک گھونٹ پانی کا بھر لیا کرو اس سے کچھ تھوڑی سے ٹھنڈ پڑتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جایا کرو کیونکہ غصے کے نتیجے میں انسانی مزاج اچھلتا ہے اور بیٹھا ہوا آدمی اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور یہ اس کے برعکس صورت ہے۔ کھڑے ہوئے کو بٹھائے تو غصہ بھی ساتھ جھاگ کی طرح بیٹھتا ہے اور اگر بیٹھے ہوئے ہو تو لیٹ جاؤ۔ لیکن غصے پر قابو پانا ہے ورنہ غصے کی حالت میں انسان ایک دفعہ مغلوب ہو جائے تو پھر اس سے دیوانوں کی طرح بعض حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جس پر وہ ہمیشہ پچھتاتا ہے اور پھر بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ پس آپ نے فرمایا کہ پہلوان تو وہ ہے کہ جب غصہ اس پر قبضہ کر رہا ہو اس وقت وہ غصے کو پچھاڑ دے بجائے اس کے کہ کسی اور کو گرا دے۔

وہ لوگ جو حسد کا مادہ رکھتے ہیں، جو کسی کی خوشحالی سے جلتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اپنے سے کم تر لوگوں کی ضرورتوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور ان سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔

اب ترمذی سے ایک حدیث لی گئی ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس روایت فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی سے جھگڑے کی طرح نہ ڈالو اور نہ اس سے بیہودہ تحقیر آمیز مذاق کرو اور نہ اس سے ایسا وعدہ کرو جسے پورا نہ کر سکو یعنی جھوٹے وعدے نہ کیا کرو۔

اس میں پہلی بات یہ فرمائی "بھائی سے جھگڑے کی طرح نہ ڈالو"۔ تو ہر وہ شخص جو ایسی بات کرتا ہے جس کے نتیجے میں جھگڑا پیدا ہوتا ہے وہ طرح ڈالنے والا ہے۔ پھر اگلا شخص اگر ضبط نہ کر سکے تو معاملہ لمبا ہو جاتا ہے پھر بعض دفعہ دونوں طرف سے زیادتیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ تو برائی کا آغاز کرنے والا بہت زیادہ ذمہ دار ہے۔ اور وہ طرح کس طرح ڈالی جاتی ہے اس کے متعلق آگے میں بعض احادیث آپ کے سامنے رکھوں گا اس سے تفصیلی طور پر آپ متنبہ رہیں گے کہ کیا کیا باتیں ہمیں نہیں کرنی چاہئیں اور کیا کیا کرنی چاہئیں جن کے نتیجے میں جھگڑوں کا قلع قمع ہو سکے۔ ایک دو باتیں آپ نے خود اس میں بیان فرما دی ہیں۔ فرمایا بے ہودہ تحقیر آمیز مذاق نہ کیا کرو۔ اور یہ وہ بیماری ہے جو انسانوں میں کثرت سے ملتی ہے خصوصیت سے انفرادی سطح پر مشرقی قوموں میں اور وہ علاقہ جس کا نام ہندوستان ہے یعنی جس میں ہندو پاکستان دونوں شامل ہیں اس علاقے میں تو یہ بیماری بہت کثرت سے ملتی ہے۔ اور مغربی قوموں میں قومیت کے حساب سے جس کو آپ ریس ازم کہتے ہیں اس کے مادے کے طور پر دکھائی دیتی ہے۔ اگرچہ باشعور لوگ مغربی قوموں میں اس کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں لیکن انکو خود خطرے دکھائی دے رہے ہیں کہ بدلتے ہوئے سیاسی حالات میں بعید نہیں کہ ریس ازم دوبارہ سر اٹھالے اور دوبارہ کئی قسم کے فتنے پیدا کر سکے۔ بہرحال قومی تحقیر ہو یا انفرادی تحقیر یہ دونوں باتیں مہلک ہیں اور ان کے نتیجے میں لازماً جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ پس فرمایا کہ جھگڑے کی طرح نہ ڈالو اور اس کی بنیادی وجہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جھگڑوں کا آغاز بسا اوقات تحقیر سے ہوتا ہے۔ اس سے پہلے میں حدیث یہ پیش کر چکا ہوں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نیچے دیکھا کرو اوپر نہ دیکھو جو شخص نیچے تحقیر سے دیکھتا ہو اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ اوپر نہ دیکھے۔ وہ اوپر حسد سے ضرور دیکھتا ہے۔ اس لئے بات میں دوبارہ کھول رہا ہوں۔ مراد اس سے یہ ہے کہ نیچے دیکھو محبت اور شفقت سے دیکھو اور اگر ایسا نہیں کرو گے اور تحقیر سے دیکھو گے تو جھگڑوں کی بنیاد ڈالنے والے ہوگے۔ پس انفرادی طور پر ہم نے دیکھا ہے مجالس میں بعض لوگوں کو عادت ہے کسی شخص میں بے چارے میں کوئی نقص ہے، کوئی گنگنی آواز سے بولتا ہے یا اور کوئی جسمانی نقص پیدا ہو گیا ہے تو کئی لوگ اس کے نام رکھتے ہیں اس کو چھیڑتے ہیں اور اس طرح تنگ کرتے ہیں ایسا شخص دل میں کڑھتا رہتا ہے اگر وہ غریب اور مجبور ہو تو کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن دل میں انتقام کا جذبہ ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ جذبے پلیں اور سوسائٹی میں زیادہ ہو جائیں، بعض دفعہ ایک کمزور آدمی بھی پھر اٹھ کے انتقام کی سوچتا ہے اگر چھرا ہاتھ میں آتا ہے تو چھرا لے کر حملہ آور ہو جاتا ہے کئی ایسے واقعات جھگڑوں کی صورت میں میرے سامنے آئے ہیں یا محض اس سے آغاز ہوا کہ کسی کو چھیڑا ہے اور بار بار اتنا چھیڑا گیا ہے کہ اس کے نتیجے میں وہ شخص اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکا۔

قومی تحقیر ہو یا انفرادی تحقیر، یہ دونوں باتیں مہلک ہیں اور ان کے نتیجہ میں لازماً جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصائح میں بہت گہری حکمتیں ہیں اور تمام معاشرے کے آزار ان نصائح پر عمل کرنے سے دور ہو سکتے ہیں۔ فرمایا بے ہودہ مذاق، تحقیر آمیز مذاق بالکل نہ کیا کرو اپنے بھائی سے، یہ بدتمیزی ہے ناشکری ہے اللہ تعالیٰ کی اور تمہارے اپنے اندر تمہارے تعلقات میں یہ زہر گھولنے والی بات ہے۔

پھر فرمایا "کسی سے ایسا وعدہ نہ کرو جسے پورا نہ کر سکو"۔ اب یہ ایک ایسی بات ہے جس کے نتیجے میں کئی قسم کے تعلقات میں رخنے پڑتے ہیں۔ لیکن یہ بظاہر یہ ایک معمولی ایسی بات ہے جس کی ہم آپس میں ایک دوسرے سے توقع نہیں رکھتے۔ آپ کہتے ہوں گے کہ یہ نصیحت مسلمانوں کو کیوں کی گئی ہے کہ ایسا وعدہ نہ کرو جسے پورا نہ کر سکو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہر گھر میں ایسے وعدے ہوتے ہیں جسے پورا نہیں کیا جاتا ایسے وعدے ہوتے ہیں جنہیں اس نیت سے کیا جاتا ہے کہ پورا کرنا ہی نہیں ہے مائیں وعدے کرتی ہیں اپنے بچوں سے وہ رو رہے ہیں وہ کسی چیز کے لئے ضد کر رہے ہیں اور وہ ضرور وعدہ کر دیتی ہیں کہ ہاں میں تمہیں یہ چیز لے دوں گی، لیکن جانتی ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اور میں نہیں کروں گی ایسا۔ خاوند ایسے ہیں جو بیویوں سے وعدے کر دیتے ہیں وہ مطالبے کرتی ہیں کہ ہاں ہاں یہ کام ہو جائے گا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اور یہ وعدے روزمرہ ہماری زندگی کا حصہ ہیں اس لئے اس بات کو اجنبی نہ سمجھیں کہ شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو گا جو جان بوجھ کر وعدہ کرے جو اس نے پورا نہیں کرنا۔ اکثر ہم میں سے ایسے ہیں جو کم سطح پر سہی، محدود دائرے میں سہی، مگر وعدے ضرور کرتے ہیں جنہیں پورا کرنے کی نیت نہیں ہوتی اور اس کے نتیجے میں آئندہ جھوٹے وعدے کرنے والی قوم اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ بچے جن کے گھروں میں یہ بات ہو رہی ہو وہ بڑے ہو کر انہی باتوں پر اپنی روزمرہ کی زندگی میں عمل کرنے لگتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ آسان طریقہ مصیبت سے چھوٹنے کا یہ ہے کہ وعدہ کرو اور پھر اسے بے شک پورا نہ کرو۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہر نصیحت بہت ہی گہری ہے اور ہماری زندگیاں سنوارنے کے لئے ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جسے نظرانداز کیا جا سکے۔ جہاں آپ نظرانداز کریں گے وہاں ہماری زندگیوں کے اطوار بگڑ جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ دو باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی میں پائی جائیں تو وہ اس کے لئے کفر بن جاتی ہیں۔ یعنی جس شخص میں پائی جائیں خواہ وہ خدا کا منکر نہ ہو تب بھی اس کی ذات میں کفر کی گواہ بن جاتی ہیں۔ کیونکہ ایسا شخص بنیادی طور پر کفر کی کوئی آمیزش اپنے اندر ضرور رکھتا ہے ورنہ اس میں یہ دو باتیں نہ پائی جائیں۔ ایک یہ کہ کسی کے حسب و نسب اور خاندان پر طعن کرے۔ اب جو جھگڑے ہیں ان میں خاندانی جھگڑے بہت سے ایسے ہیں جن کا اس بات سے تعلق ہے۔ کفر کا کیا اس سے تعلق ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ شخص جو یہ یقین نہ کرے کہ جو کچھ ہے خدا کی عطا ہے اور یہ سمجھتا ہو کہ ہم اپنی ذات میں بڑے ہیں یہ کفر بھی ہے اور تکبر بھی ہے۔ اور دراصل

MOST COMPETITIVE PRICES
IN WORLD WIDE FREIGHT
FORWARDING & TRAVEL
ARIEL ENTERPRISES
26 LEGRACE AVENUE,
HOUNSLOW,
MIDDLESEX TW4 7RS
PHONE 081 564 9091
FAX 081 759 8822

IMPORTERS & EXPORTERS
OF
READY MADE
GARMENTS
S.S. ENTERPRISES
TELEPHONE AND FAX NO:
081 788 0608

تکبر کی بعض قسمیں بکفر کہلاتی ہیں۔ پس ان معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اس کو کفر قرار دیا اور کفر ہی ہے کوئی شخص اپنے خاندان کو بڑا سمجھے دوسرے کے خاندان کی طعنہ آمیزی کرے تو یہ بات بیرونی طور پر جھگڑوں میں منتج ہوتی ہے مگر اگر گھروں میں پائی جائے تو گھر ہمیشہ کے لئے اجڑ جاتے ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ یہ ایسی بیماری ہے جو آئے دن میرے سامنے آتی رہتی ہے ایسی شکائتیں ملتی ہیں۔ بعض عورتیں ہیں وہ اپنے خاوند کو ہمیشہ یہ طعنہ دیتی رہتی ہیں کہ میں تو اپنے گھر میں ایسی تھی، ہمارا گھر تو ایسا بلند مرتبہ تھا، ہم تو اس طرح لوگوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور مہمان نوازیاں کیا کرتے تھے، ہم نے تو کبھی کسی کا احسان نہیں لیا، تم لوگ پتہ نہیں کس کمینے خاندان سے آئے ہو جو زیر احسان لوگوں کے نیچے جھکنے والے اور سر جھکانے والے، ہم تو ایسے نہیں ہیں۔ ایسی ہی بعض عورتیں اپنی زندگی اجاڑ دیتی ہیں۔ بعض باغیرت مرد برداشت نہیں کر سکتے وہ کہتے ہیں اچھا پھر جیسے معزز خاندان سے آئی ہو اسی معزز خاندان میں واپس چلی جاؤ، مجھ ذلیل آدمی سے شادی کیوں کی تھی۔ اور بعض لوگ بے چارے دب جاتے ہیں اور بالکل سر نہیں اٹھا سکتے۔ ان کا گھر تو قائم رہتا ہے لیکن معاشرے میں وہ ذلیل ہو جاتے ہیں کیونکہ ایسی بیوی کے تابع جو مرد آجائے جو کمینی باتیں کرے اس کا شوہر بھی کمینی باتیں کرتا ہے باہر اور اپنے دوستوں اور اردگرد کے ماحول میں تعلقات کے دائروں میں اس شخص کا مرتبہ گرنا شروع ہو جاتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کو بعض لوگ زنؔ مرید کہتے ہیں۔ زن مرید کا محاورہ عام طور پر تو اچھا نہیں مگر بعض دفعہ درست ہے اگر بد عورت ہو، بدیوں کی طرف بلانے والی ہو، غلط تکبر میں اور نخوت میں مبتلا ہو ایسی عورت کا مرید خاوند حقیقت میں زن مرید کہلا سکتا ہے یعنی برے معنوں میں یہ لفظ اس پر چسپاں ہوتا ہے۔

لیکن اس کے برعکس مرد بھی ہیں جو عورتوں کو طعنے دیتے ہیں اپنی بیویوں کو دیتے ہیں اور ان کے طعنے عجیب و غریب قسم کے ہیں جس پہ جب میں پڑھتا ہوں بعض دفعہ تو طبیعت متلانے لگتی ہے کہ تم کس گھر سے آئی ہو، تمہارا تو جہیز ہی ایسا تھوڑا تھا، ایسے غریب گھر کی توفیق ہی نہیں تمہیں ملی فلاں کا اتنا بڑا جہیز آیا، فلاں نے یہ چیز دی تم لوگ تو بڑے کمینے لوگ ہو، میں گیا تو مجھے ایک جوڑا دیا وہ بھی شاید پرانا تھا۔ ایسی گھٹیا ذلیل باتیں بعض مرد اپنی بیویوں سے کرتے ہیں اور بیویاں ان کی روتی ہیں مجھے خط لکھتی ہیں بعض دفعہ تو میں ان سے کہتا ہوں کہ طلاق کے مسائل ایسے موقعوں کے لئے ہیں۔ ایسے شخص کے ساتھ زندگی بسر کرنا جس کی ساری زندگی ایک عذاب میں مبتلا رہے صرف قربانی نہیں ہے بلکہ معاشرے پر ظلم ہے اپنی اولاد پر ظلم ہے کیونکہ ایسے بچے جو ایسے ماحول میں پیدا ہوں اور ایسے ماحول میں پرورش پائیں ان کی تربیت ضرور بگڑتی ہے، کبھی بھی صحیح متوازن تربیت والے بچے ایسے گھر میں نہیں پیدا ہو سکتے۔

وہ شخص جو یہ یقین نہ کرے کہ جو کچھ ہے خدا کی عطا ہے اور یہ سمجھتا ہو کہ ہم اپنی ذات میں بڑے ہیں یہ کفر بھی ہے اور تکبر بھی۔

تو خواہ عورت کا قصور ہو خواہ مرد کا قصور ہو جہاں حسب و نسب کے طعنے دیئے جائیں، جہاں دولت یا دولت کے فقدان کے طعنے ہوں، طعنہ زنی ویسے ہی بہت بے ہودہ چیز ہے مگر جن باتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے توجہ دلائی ان میں اگر طعنہ زنی سے کام لیا جائے تو گھر اجڑتے ہیں قوموں کے مزاج بگڑ جایا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اس کو کفر فرمایا ہے۔ فرمایا ایسا شخص خود خدا بنتا ہے خدا کا بندہ اطاعت شعار جو جانتا ہو کہ میرا ایک مالک ہے جو مجھ سے سوال کرے گا وہ کبھی ایسی کمینی حرکتیں نہیں کر سکتا۔

دوسری چیز جسے کفر قرار دیا گیا وہ میت پر نوحہ کرنا ہے۔ اب ہمارے روزمرہ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں لوگوں کے عزیز فوت ہوتے ہیں، حادثات میں گزر جاتے ہیں۔ کئی مائیں ایسی ہیں بے چاری جن کا ایک ہی جوان بیٹا کسی حادثے کا شکار ہو جاتا ہے۔ مگر اس پر بے صبری کر کے نوحہ کرنا یہ وہ بات ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے کفر قرار دیا ہے وجہ یہ ہے کہ ہر نعمت اللہ سے ملتی ہے اور مالک وہ ہے اس سے یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ تو نے میرا ایک ہی بیٹا تھا کیوں بلا لیا۔ یا میرے خاوند کو جوانی میں مجھ سے کیوں جدا کر دیا۔ اور پھر اس بات پر اگر نظر رکھی جائے کہ جس مالک نے اس ابتلاء میں ڈالا ہے وہ مالک یہ استطاعت رکھتا ہے اور قدرت رکھتا ہے کہ اس عارضی زندگی کے بعد اتنا عطا کرے کہ جو کچھ کھویا گیا ہے اس پر جو کھوئے جانے کے احساس کا غم ہے وہ بعد میں شرمندگی پیدا کرنے کا موجب بن جائے۔ یا مرنے کے بعد ہی نہیں اس دنیا میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان اگر کچھ کھو دیتا ہے اور اللہ کی خاطر صبر و رضا اختیار کرتا ہے تو اس کے بعد خدا تعالیٰ ضروری نہیں کہ فوراً آمنے سامنے لین دین کی طرح اسے فوراً کچھ دے دے مگر ایسے صبر کرنے والوں کو میں نے دیکھا ہے کہ ان کی زندگیاں ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اتنی بہتر ہو جاتی ہیں کہ اپنی پہلی حالت جس پر وہ روتے ہیں وہ اس کے سامنے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتی بالکل معمولی چیز ہے لگتا ہے جیسے ضائع ہوئی۔ مگر اگر خدا اس دنیا میں نہ بھی دے تو وہ خدا اس دنیا کا بھی ہے اور دنیا کے بعد کی زندگی کا بھی خدا ہے دنیا کی بعد کی زندگی کے مقابل پر یہ زندگی بہت ہی چھوٹی اور بے معنی ہے۔ عارضی ایک مقام ہے جو اسے ہمیشہ کا ٹھکانہ سمجھ لے اس کے اندر ناشکری پیدا ہوتی ہے۔ جو یہ سمجھے کہ یہ عارضی ہے اور مجھے خدا کے حضور پہنچنا ہے، سب نے وہیں جانا ہے اس کے دل میں ایک حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور وہ زیادہ ہمت کے ساتھ صدموں کو برداشت کر سکتا ہے۔ پس جتنا خدا پر یقین کم ہو اتنا ہی انسان واویلا کرتا ہے یہ ایک طبعی بات ہے۔ ایسے خاندان مجھے ملتے رہتے ہیں ابھی کینیڈا کے اس عارضی دورے پر بھی ایک خاندان سے میری ملاقات ہوئی جن میں ایک ماں کا بچہ بہت ہی پیارا، جوان بیٹا ہاتھ سے جاتا رہا اور وہ سارا خاندان بہت ہی غمزدہ، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اب ان کی زندگی میں کوئی خوشی نہیں آئے گی۔ ان کو میں نے سمجھایا، ان کو میں نے بتایا کہ دیکھو خدا والوں اور بے خداؤں میں ایک فرق ہوا کرتا ہے اگر تم نے اسی طرح رہنا ہے جس طرح بے خدا لوگ کرتے ہیں تو جو ہاتھ سے جا چکا ہے جتنا مرضی روؤ پیٹو، وہ واپس کبھی نہیں آئے گا۔ ناممکن ہے کہ تمہارے نوحے، تمہارے غم، تمہارے واویلے، تمہارے شکوے کھوئے ہوئے کو واپس لے آئیں لیکن جو ہے جو تمہارا تھا یعنی خدا وہ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ تو کتنی بڑی بے وقوفی ہے کہ ایک ادنیٰ چیز کو چھوڑ کر اس سے اعلیٰ چیز کو بھی انسان ہاتھ سے گنوا بیٹھے۔ ایک چیز ضائع ہوئی تو ہوئی جو اعلیٰ چیز ہے اس کو کیوں گنوائے۔

کوئی شخص اپنے خاندان کو بڑا سمجھے۔ دوسرے کے خاندان کی طعنہ آمیزی کرے تو یہ بات بیرونی طور پر جھگڑوں میں منتج ہوتی ہے مگر اگر گھروں میں پائی جائے تو گھر ہمیشہ کے لئے اجڑ جاتے ہیں۔

ایک بے وقوف کا لطیفہ آپ لوگ سنتے ہیں ایک پیالی لے کر تیل لینے گیا پیسے ذرا زیادہ دے بیٹھا اور اس پیالی میں جو تیل کی قیمت کا جتنا تیل آتا تھا اس سے زیادہ تیل خرید لیا جب وہ پیالی بھر گئی تو بیچنے والے نے پوچھا کہ میں باقی تیل کہاں ڈالوں۔ تو اس نے پیالی الٹا دی کہ پیچھے جو کپی چھوٹی سی ہے اس میں ڈال دو۔ اس نے کہا ہیں تم نے تو اپنا پہلا تیل بھی ضائع کر دیا۔ اس نے فوراً سیدھی کر لی اور جو کپی میں ڈالا تھا وہ بھی گیا۔ یہ لطیفہ ہے لیکن ہماری زندگیوں میں صادق آتا ہے۔ ہم جب بھی کوئی نقصان اٹھاتے ہیں اور واویلا کرتے ہیں اور صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں تو دراصل اپنے خدا سے شکوہ کر رہے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو نے کیا کر دیا گویا ہم سے تیرا سلوک ظالمانہ ہے۔ ہمارا تجھ پر گویا یہ حق تھا کہ تو ہم سے ہمیشہ خدمت گاروں کی طرح سلوک کرے اور ہم سے دی ہوئی چیز کبھی واپس نہ لے، یہ جو سلوک ہے یہ کفر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک بہت پیارا بیٹا مبارک احمد جب بچپن میں فوت ہوا تو آپ

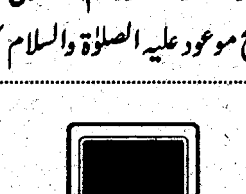

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DQ
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

نے شعر لکھے تھے جو مزار پر کندہ کروائے گئے بعد میں، ان میں ایک یہ تھا کہ:

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

کہ بہت پیارا پاک خو بیٹا تھا لیکن میں یہ کیسے بھول سکتا ہوں کہ جس نے بلایا ہے وہ سب سے زیادہ پیارا تھا۔ تو بڑا ہی بےوقوفی کا سودا ہوتا ہے کہ انسان اس چیز کو جو ادنیٰ ہے اس کو تو کھو بیٹھا ہے اس کی خاطر، اس کو لینے کی تمنا میں اعلیٰ کو کھو بیٹھے اور وہ بھی نہ ملے۔ اب یہ پیالی والی مثال اور تیل والی مثال اس پہ صادق آتی ہے مگر اس سے بہت زیادہ بڑی بےوقوفی ہے پیسے دو پیسے تیل کا کیا فرق پڑتا ہے، مگر انسان آزمائش میں پڑ کے اپنے خدا کو کھو دے یہ بہت ہی برا سودا ہے اور پھر بے کار سودا، بے معنی اور لغو۔ کیونکہ اگر آپ روئیں پیٹیں تب بھی آپ کا کھویا ہوا عزیز آپ کو نہیں ملے گا۔ نہ روئیں پیٹیں تب بھی نہیں ملے گا تو آپ کے لئے تو چارہ کوئی نہیں ہے۔ اختیار ہو تو انسان کوشش کرے اختیار ہی کوئی نہیں ہے اس لئے محض گناہ بےلذت اور بےوقوفی ہے ایسے موقع پر جب انسان کچھ کھو دے خواہ وہ پورا وجود جاتا رہے یا کسی ایک عضو کا نقصان پہنچے خدا کی رضا پر نظر رکھتے ہوئے عرض کرے کہ جو کچھ ہے تیرا ہے تو نے جتنا چاہا لے لیا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

تو ایسے بندے خدا کو عزیز تر ہو جاتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کے پاس رہتا ہے اس کو بہت برکت دی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو سلوک فرمایا ہے وہ ایک زندہ مثال ہے۔ کیا آپ نے خدا کی خاطر قربانیاں کیں ظاہر میں تو کچھ بھی نہیں تھیں۔ فرماتے ہیں، میں بچپن میں جو روٹی مجھے ملا کرتی تھی اپنے غریب بھائیوں میں بانٹ دیا کرتا تھا۔ بعض دفعہ چنے کھا کر گذارہ کر لیتا تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ گھر کی بچی ہوئی روٹیاں مجھے ملا کرتی تھیں وہ کیا چیز تھی جو قربان کی گئی چند روٹیاں ہی تھیں نا۔ لیکن جتنا اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے اور جماعت کو پھر عطا فرمایا ہے اس کی کوئی مثال دکھائی نہیں دیتی کہ اتنے بڑے فضل، اتنی جلدی جلدی اللہ تعالیٰ کسی بندے کی معمولی قربانیوں پر نظر ڈال کر فرمائے۔ معمولی قربانیاں ظاہر کے لحاظ سے لیکن اصل قربانی روح اور جذبے کی وجہ سے عظمت پاتی ہے ایک انسان بعض دفعہ ایک لاکھ روپیہ، ایک لاکھ پاؤنڈ یا دس لاکھ ڈالر بھی دے سکتا ہے اور ایک آدمی دس ڈالر بھی چندہ دے دیتا ہے ہم اپنی نظر سے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں اس نے بہت بڑا کام کیا ہے اس نے بہت چھوٹا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے تو وہ اس کے پیچھے جو دل کے جذبے ہیں ان پر نظر رکھتا ہے اس لئے وہ قربانیاں جو خدا کی نظر میں مقبول ہوں وہی ہوتی ہیں جن کے پیچھے اللہ سے محبت کے اور انکساری کے جذبات کار فرما ہوتے ہیں اور قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ دنیا کی نظر میں وہ آتی ہیں کہ نہیں آتیں۔ پس خدا کے حضور ثابت قدم رہنا ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا فقدان کفر ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بہت ہی عظیم نصیحت فرمائی ہے کہ وہ لوگ جو نوحے کرتے ہیں۔ نوحے سے مراد ویسے غم تو ہوتا ہی ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بھی اپنے بچے کے وصال پر رو پڑے تھے۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ اس کو نوحہ کرنا نہیں کہتے وہ اور چیز ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ کیا ہے۔ لیکن نوحہ مراد یہ ہے کہ پیٹنا اور واویلا کرنا، لے گیا سب کچھ خدا، کچھ بھی نہیں چھوڑا، ہم مارے گئے برباد ہو گئے، یہ وہ کیفیت ہے جو کفر ہے۔ پس جماعت کو ہمیشہ مصائب اور تکلیفوں پر صبر سیکھنا چاہئے اور اگر یہ صبر اللہ کی رضا کی خاطر کریں گے تو وہ اس سے بہت زیادہ عطا کرتا ہے جو آپ نے کھویا اور جس پر آپ نے صبر کیا۔ جہاں تک طبعی غم کا تعلق ہے اس سے تو اللہ تعالیٰ منع نہیں فرماتا وہ ایسا غم نہیں ہونا چاہئے جو آپ کے اور اللہ کے تعلقات کی راہ میں حائل ہو جائے بلکہ ان تعلقات کو بڑھانے کا موجب ہونا چاہئے۔

> **وہ قربانیاں جو خدا کی نظر میں مقبول ہوں وہی ہوتی ہیں جن کے پیچھے اللہ سے محبت کے اور انکساری کے جذبات کار فرما ہوتے ہیں اور قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ دنیا کی نظر میں وہ آتی ہیں کہ نہیں آتیں۔**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب اپنے بیٹے کو لحد میں اتار رہے تھے تو آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس وقت کسی نے کہا یا رسول اللہ! آپ اور روتے ہیں آپؐ نے فرمایا یہ اللہ کی رحمت ہے دل کی نرمی خدا کا احسان ہے اگر تجھے یہ نرمی نصیب نہیں تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ پس غم ہونا اور دل کا دکھنا یہ کفر نہیں ہے لیکن اس غم کو کیسے آپ سنبھالتے ہیں اس سے کیا سلوک کرتے ہیں اس کے نتیجے میں آپ اللہ سے دور چلے جاتے ہیں یا اللہ کے قریب آ جاتے ہیں یہ وہ امر ہے جو اس وقت زیر نظر ہے۔ پس جو شخص ایسے نوحے کرتا ہے جس کے نتیجے میں اس کا غم سب سے پیارے وجود کو بھی اس کے ہاتھ سے گنوا دیتا ہے یعنی اللہ اس سے دور چلا جاتا ہے اس کا سودا بہت نقصان کا سودا ہے۔

اب وقت چونکہ ہو چکا ہے اور یہ مضمون ابھی کافی باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ باقی آئندہ خطبے میں جب بھی موقع ملے گا بیان کروں گا"۔

خطبہ ثانیہ کے بعد اقامت صلوٰۃ سے قبل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"جب خطبہ ختم ہوا ہے وفات کے صدموں کا ذکر چل رہا تھا جماعت کے بعض بہت ہی مخلص، فدائی، بےلوث کارکن ایسے ہیں وقتاً فوقتاً اللہ انہیں بلاتا رہتا ہے۔ حال ہی میں ہمیں چودھری محمد عیسیٰ صاحب مبلغ سلسلہ کے وصال کا صدمہ پہنچا ہے۔ ایک لمبا عرصہ تک ہم اکٹھے پڑھتے رہے ہیں اور ایک لمبے عرصے تک انہوں نے انگلستان میں میرے ساتھ خدمت کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ بہت ہی بےلوث اور فدائی مخلص کارکن تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ ابھی نماز جمعہ کے بعد نماز عصر جمع ہوگی پھر اس کے بعد جو جنازے ہوں گے ان میں چودھری محمد عیسیٰ صاحب کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔

ایک اور سلسلہ کے معروف خاندان کے فرد جو خود بھی بہت مخلص اور فدائی تھے سید محمد سرور شاہ صاحب۔ انگلستان کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے لیکن لاہور گئے تھے وہاں ان کی وفات ہوئی ہے۔ ایک قاضی بشیر احمد صاحب آف ساہیوال جو ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب امیر جماعت لاس اینجلس کے ماموں تھے اور جماعت کے ساتھ ہمیشہ اخلاص کا تعلق رکھا ان کا وصال ہوا۔

ایک حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے صاحبزادے یوسف احمد الہ دین صاحب کے وصال کی اطلاع ملی ہے حیدر آباد دکن سے۔ اور ایک مکرمہ سلیمہ اوصاف علی صاحبہ بنت حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر کا وصال ہوا ہے ان سب کی نماز جنازہ انشاء اللہ نماز جمعہ اور عصر کے معاً بعد ہوگی اب صف بندی کر لیجئے۔

*****

ورائے وہم و گماں تھی یہ بات میرے لئے
بگولے رقص کریں گے مرے چمن میں کبھی
وہ جوئے شیر جو اک کوہکن نے دی تھی مجھے
بہے گا خوں میرا اس جوئے کوہکن میں کبھی
وہ شہر جس کو عروس البلاد میں نے کہا
لپٹ کے آئے گا شعلوں کے پیرہن میں کبھی
مزاج تیرہ شباں چھین لے گا نور اس کا
رہیں گے بےہنر آکر دیار فن میں کبھی
نچوڑ ڈالے گا ابلیس اس کا خون وفا
جو موجزن ہوا اس کے عروق تن میں کبھی
میری ہی نسل کے لوگوں نے دی شکست ان کو
جو ولولے جو عزائم تھے میرے من میں کبھی
دیار بیم و رجا ہے کہ اک مسافر شب
کرے جو شب بسری بھیڑیوں کے بن میں کبھی
ہر ایک سمت ہے ابلیس کا جنوں رقصاں
دیار شوق کی خلوت میں انجمن میں کبھی
جفا و جور حوادث کی نذر کیسے ہوئی
وہ مشک بند تھی جو آہوئے ختن میں کبھی
گلی گلی میں الٰہی ہوائے خیر چلے
نفوذ شر نہ ہو یا رب میرے وطن میں کبھی
وطن کے دیدہ وروں کو وہی لگن ہو عطا
میں سیل خون سے گزرا تھا جس لگن میں کبھی

(عبدالمنان ناہید)

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

امریکہ کا سفر اور زائن کا نشان

(عبدالوہاب بن آدم - امیر و مشنری انچارج غانا)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے واشنگٹن کی عظیم الشان مسجد "بیت الرحمن" کی افتتاحی تقریب میں شمولیت کا موقعہ ملا۔ میری اہلیہ بھی میرے ہمراہ تھیں جو لجنہ اماء اللہ گھانا کی صدر بھی ہیں۔ اس طرح اس تاریخی تقریب پر گھانا جماعت کی نمائندگی ہوئی۔ اس پر جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

کافی عرصہ سے امریکہ جانے کی خواہش رہی ہے کیونکہ اور وجوہات کے علاوہ میں زائن کو یعنی اس شہر کو دیکھنا چاہتا تھا جہاں سے جان الیگزانڈر ڈوئی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اور پھر بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں آکر بڑی ذلت اور عبرت کے ساتھ وہ اس دنیا سے رخصت ہوا اور حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک زبردست نشان اس سرزمین سے ظاہر ہوا۔

چنانچہ واشنگٹن کی مسجد کے افتتاح کے بعد خاکسار نے شکاگو کا سفر اختیار کیا جو زائن (Zion) سے تقریباً پچاس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ شکاگو وہ شہر ہے جہاں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے امریکن جماعت کی پہلی مسجد تعمیر کی تھی۔ جس وقت میں شکاگو پہنچا اس وقت اس پرانی اور چھوٹی سی مسجد کی جگہ ایک عالیشان مسجد تعمیر ہو چکی تھی جس کا رسمی افتتاح سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو کرنا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ اس نئی مسجد پر جو گنبد نظر آ رہا ہے وہ وہی گنبد ہے جو پرانی مسجد پر تعمیر کیا گیا تھا۔ وہ گنبد نئی مسجد کا حصہ اس لئے بنایا گیا کہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی تاریخی مسجد کی یاد برقرار رہے۔

اس مسجد کے علاوہ شکاگو کے وسط میں جماعت کا ایک اور سنٹر قائم ہے جہاں نمازوں کے انتظام کے علاوہ دفتر، لائبریری اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات سننے اور ایم۔ ٹی۔ اے۔ کے دیگر پروگراموں کے دیکھنے کے لئے ڈش انٹینا کا تسلی بخش انتظام بھی ہے۔

شکاگو میں جماعت نے ایک اور مشن ہاؤس کچھ عرصہ سے حاصل کیا تھا جو پانچ ایکڑ کی زمین پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس مشن ہاؤس میں جماعت کے مرکزی مبلغ مکرم و محترم اظہر حنیف صاحب قیام فرما ہیں۔ مکرم اظہر حنیف صاحب ایک مقامی امریکی ہیں جنہوں نے دینی تعلیم ربوہ میں پائی اور جامعہ احمدیہ ربوہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ مشن ہاؤس کے ساتھ جماعت کی ملکیت میں جو پانچ ایکڑ زمین ہے اس پر جماعت نے عنقریب ایک وسیع اور خوبصورت مسجد تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا ہوا ہے۔ جس پر کم از کم دس لاکھ ڈالرز کی خطیر رقم خرچ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ شکاگو کی جماعت کو اس مسجد کی تعمیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شکاگو سے مکرم و محترم عبدالکریم صاحب جو شکاگو جماعت کے نائب صدر ہیں اپنی کار پر مجھے اور میری اہلیہ کو زائن (Zion) شہر لے گئے۔

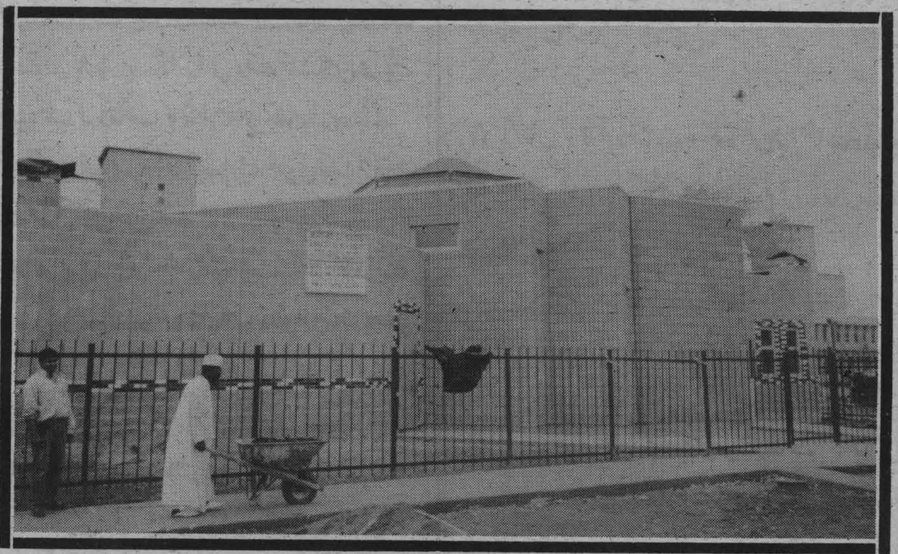

مسجد صادق شکاگو کا ایک منظر

زائن میں سب سے پہلے ہم جماعت کے مشن ہاؤس میں گئے۔ اس عمارت کو دیکھنے کے بعد قدرتاً دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ڈوئی کا مکان بھی دیکھ لیا جائے۔ اس کا مکان تو تین منزلہ ہے جو بہت بڑا ہی نہیں بلکہ اس سے اس کے مالک کی وجاہت، مرتبہ اور دولت کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس وقت مکان بالکل خالی و ویران پڑا ہے اور سوائے نمائش کے کہ لوگ آکر دیکھیں کہ یہ مکان کبھی ڈوئی کا تھا اس کا کوئی ظاہری فائدہ نہیں ہے۔

اس مکان کو دیکھنے کے بعد ہم اس ہوٹل کو دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے جو ڈوئی کے زمانہ میں اتنا وسیع و عریض تھا کہ ہزارہا مہمان ٹھہرا کرتے تھے جو ڈوئی سے ملنے کے لئے زائن شہر آیا کرتے تھے۔ اس وقت ہوٹل کی ساری عمارت منہدم ہو گئی ہے اور محض یادگار کے طور پر ہوٹل کی عمارت پر لکڑی کے گنبد بنا ہوا تھا وہ محفوظ کیا گیا ہے تا کہ دیکھنے والے دیکھیں کہ کبھی ڈوئی کا یہاں ہوٹل ہوا کرتا تھا۔ یہ بات یاد رہے کہ ڈوئی کا مکان، ہوٹل اور عام جائداد حکومت امریکہ نے اپنی ملکیت میں لیا ہوا ہے اور اس وقت زائرین کو دکھانے کی غرض سے محفوظ کئے گئے ہیں۔ اس جگہ سے ہم زائن شہر کا ریلوے اسٹیشن دیکھنے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ڈوئی کے زمانہ میں اس اسٹیشن کا پلیٹ فارم تقریباً ایک میل لمبا تھا کیونکہ اس وقت امریکہ کے مختلف شہروں اور دنیا کے کئی ممالک سے کثرت سے جو لوگ زائن آتے تھے وہ یہی پلیٹ فارم استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ دن رات ہجوم سے بھرا رہتا تھا۔ آج اس اسٹیشن کی عمارت گر کر چند فٹ کی عمارت رہ گئی ہے اور پلیٹ فارم بھی سنسان و ویران دکھائی دیتا ہے۔

یہاں سے ہم ڈوئی کا گرجا دیکھنے گئے۔ یہ گرجا کشتی کے نقشہ پر بنا ہوا ہے مگر الٹی شکل میں۔ اس وقت اس چرچ پر کیتھولک والوں نے قبضہ کیا ہوا ہے کیونکہ چرچ کے سامنے جو سائن بورڈ لگا ہوا ہے اس پر یہ الفاظ لکھے گئے ہیں:

Christian Catholic Church

چرچ دیکھنے کے بعد اس قبرستان کو دیکھنے کے لئے بھی گئے جس میں ڈوئی کی قبر ہے۔ وہاں ایک معمولی قبر ہے جس کی Mound زمین کے ساتھ ہموار ہو گئی ہے۔ اس قبر کے سامنے یہ الفاظ سیمنٹ کے ساتھ نقش کئے گئے ہیں:

John Alexander Dowie
1847—1907

گویا یہ ایک تاریخی شہادت ہے کہ عمر میں چھوٹا ہونے کے باوجود ڈوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں فوت ہوا کیونکہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے اور ان کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔

نہ صرف یہ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ڈوئی مفلوج ہو کر ایک دردناک بیماری سے فوت ہوا جبکہ اس کے پیروکار ہی نہیں بلکہ بیوی بچے بھی اسے جھوٹا، بدکار اور فریبی کہہ کر چھوڑ چکے ہوئے تھے۔

یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں نہ صرف مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا بلکہ یہ بھی دعویٰ کیا کہ خدا نے نعوذباللہ اسے صرف اور صرف اس مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دے۔

اس وقت حضرت مرزا غلام احمدؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر دنیا کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ بیک وقت دو مسیح بھیج کر حق کو مشتبہ نہیں ہونے دے گا۔ اس لئے صرف ایک ہی سچا ہو سکتا ہے یا عیسائی مسیح یا مسلمان مسیح اور اس بات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا اور یہ اس طرح کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں اس عبرتناک حالت میں مرے گا کہ دنیا جان لے گی کہ خدا جھوٹوں کی حمایت نہیں کرتا۔

شکاگو میں قیام کے دوران مجھے یہ بھی خواہش پیدا ہوئی کہ نیشن آف اسلام (Nation of Isl-am) کا مرکز دیکھوں جو شکاگو شہر میں واقع ہے۔ ان کا اصل بانی تو علی جاہ محمد (Alijah Muhammad) نامی شخص تھا جسکے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ذریعہ سے مسلمان ہوا تھا لیکن بعد میں اسلام کے نام پر یہ سراسر خلاف اسلام تعلیم دیتا رہا کہ اسلام صرف سیاہ فام لوگوں کے لئے ہے اور یہ کہ تمام کے تمام سفید فام لوگ شیطان اور ناری ہیں۔

اس شخص کی وفات کے بعد ایک شخص اس کا جانشین ہوا جو Minister Louis Farrakhan کے نام سے مشہور ہے۔ میری درخواست پر مکرم عبدالکریم صاحب نے مجھے اور میری اہلیہ صاحبہ کو فراخان کا مکان دکھایا۔ وہاں سیکیورٹی کے چند لوگ نظر آئے۔ ان کے افسر کے ساتھ میرا تعارف کرایا گیا کہ میں گھانا جماعت کا امیر و مشنری انچارج ہوں۔ سیکیورٹی کے افسر اعلیٰ نے بتایا کہ چند ہی روز ہوئے کہ وہ اور فراخان صاحب گھانا سے واپس امریکہ آئے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ میں نیشن آف اسلام کی مسجد دیکھنا اور چند تصاویر اتارنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ لیکن جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے مسجد کو بند پایا۔ سیکیورٹی کے جو لوگ وہاں تھے ہم نے انہیں ہر ممکن طریق پر قائل کرنے کی کوشش کہ وہ ہمیں مسجد کے اندر جانے دیں۔ لیکن سیکیورٹی والوں نے مسجد میں جھانکنے کی بھی اجازت نہیں دی۔

میں نیشن آف اسلام کی مسجد اندر سے اس لئے دیکھنا چاہتا تھا کہ میں نے سنا ہوا تھا کہ ان کی امریکہ میں جو مسجد تعمیر ہوئی ہے اس میں بنچ نما کرسیاں رکھی گئی ہیں کیونکہ وہ اس طرح کی نماز نہیں پڑھتے جن میں قیام، رکوع اور سجدہ وغیرہ ہوں بلکہ کرسیوں پر بیٹھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں اور اس کو نماز سمجھتے ہیں۔

اس طرح میں نے یہ بھی سنا ہے کہ نیشن آف اسلام کے ہاں اتوار کو جمعہ تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جمعہ کی بجائے اتوار کو ان کے لوگ مسجد جا کر خطبہ سنتے ہیں نہ کہ جمعہ کو۔

مزید بر آں نیشن آف اسلام کے ہاں روزے رمضان کے مہینہ میں نہیں رکھے جاتے بلکہ انہوں نے معمول یہ بنایا ہوا ہے کہ ماہ دسمبر میں روزے رکھتے ہیں۔

میری خواہش تھی کہ یہ ساری باتیں اس جماعت کے کسی ذمہ وار مبلغ سے معلوم کروں لیکن جو لوگ غیروں کو اپنی مسجد میں گھسنے نہیں دیتے بھلا یہ توقع کس طرح ان سے کی جا سکتی ہے کہ ٹھنڈے دل سے ایسی باتوں کی وضاحت کریں گے۔

خریداران سے گزارش

اپنے پتہ کی تبدیلی یا تصحیح کے لئے اطلاع دیتے وقت ایڈریس لیبل پر درج AFC حوالہ نمبر ضرور درج کریں شکریہ

(مینیجر)

MOST AUTHENTIC INDIAN FOOD
GRANADA
TAKE AWAY
202 ROUNDHAY ROAD
LEEDS
TELEPHONE 0532 487 602

Kenssy
Fried Chicken
TELEPHONE 539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB
PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

بقیہ — حبیب محترم سیٹھ محمد اعظم حیدرآبادی مرحوم کا ذکر خیر

یہ شکایت رہتی کہ امام الصلوٰۃ صاحب نماز مختصر پڑھاتے ہیں جس کی وجہ سے سجدوں میں دعا کا موقعہ کم ملتا ہے۔ ہرچند کہ نماز مختصر نہ ہوتی لیکن سیٹھ صاحب محترم کو دعاؤں میں غیر معمولی شغف کی وجہ سے مختصر محسوس ہوتی۔ پھر وہ اپنے لئے ہی نہیں دوسروں کے لئے بھی بہت دعائیں کرتے تھے۔ سکندر آباد دکن کے نامور احمدی بزرگ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب مرحوم سے انہیں بہت محبت و عقیدت تھی۔ ان کا بکثرت ذکر کرتے اور جب بھی ذکر کرتے آنکھیں آنسوؤں سے چھلک پڑتیں۔ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب مرحوم کے درجات کی بلندی اور ان کی اولاد کی صحت و عافیت اور دینی و دنیوی فلاح کے لئے روزانہ دعائیں کرنا ان کے معمولات میں داخل تھا۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور غلبہ اسلام کے جلد تر ظاہر ہونے کی دل میں شدید تڑپ تھی اور اس کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتے تھے۔ روزانہ صبح کے وقت قرآن مجید کی تلاوت ضرور کرتے اور تلاوت کردہ حصہ کا تفسیر صغیر میں سے اردو ترجمہ بھی ضرور پڑھتے۔ الغرض دین سے انہیں خاص شغف تھا اور دعاؤں کی قبولیت پر بہت پختہ ایمان انہیں حاصل تھا۔ جس حصہ عمر میں میرا ان سے واسطہ پڑا میں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ ان کی زندگی دعاؤں کے سہارے ہی بسر ہو رہی تھی۔

غرباء کے ساتھ ہمدردی اور ان کی دلداری

ایک اور بہت بڑی خوبی جو میں نے محترم سیٹھ محمد اعظم صاحب مرحوم میں اپنے آٹھ سالہ دور رفاقت میں خاص طور پر محسوس کی اور جس سے میں بے حد متاثر ہوا وہ یہ تھی کہ ان میں غرباء کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ وہ کسی غریب کو تکلیف میں دیکھ کر تڑپ اٹھتے تھے اور اپنے اس آخری دور میں بھی جبکہ ان کے پاس اپنی گزر بسر کے سوا کچھ نہ تھا اس غریب کی مدد کرنے میں جو کچھ بن پڑتا اس سے دریغ نہ کرتے۔ بعض لوگ جو ان کے حالات سے واقف نہ تھے اپنے خیال میں انہیں فی الواقعہ سیٹھ سمجھ کر ان سے اپنی تکلیف بیان کرتے تو وہ آبدیدہ ہو جاتے، ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتے اور جو تھوڑی بہت مدد کر سکتے تھے کرتے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ ان کی تکلیف کے ازالہ کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوتے۔ جب دعا کی خاص تحریک کی غرض سے وہ ایسے کسی بھائی کی تکلیف کا مجھ سے ذکر کرتے تھے تو اس وقت بھی ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دردمند اور گداز دل عطا کیا تھا۔ میں کئی ایسے غریب طلباء کو جانتا ہوں جنہوں نے بہت اچھے نمبروں میں ایف ایس سی میڈیکل کا امتحان پاس کیا، انہیں میڈیکل کالج میں داخلہ مل سکتا تھا لیکن مالی لحاظ سے اس قابل نہ تھے کہ تعلیم کے اخراجات برداشت کر سکتے۔ سیٹھ صاحب مرحوم نے بہت دوڑ دھوپ کر کے ان کے لئے مختلف اداروں اور مخیر حضرات سے وظائف کا انتظام کرایا۔ ان طلباء نے میڈیکل اور انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اب وہ خدا کے فضل سے نہایت کامیاب اور خوشحال زندگی گزار رہے ہیں۔ سیٹھ صاحب کو بلڈ پریشر کی شکایت تھی اور دل بھی بڑھا ہوا تھا اس لئے ڈاکٹروں نے زیادہ پیدل چلنے سے منع کیا ہوا تھا۔ انہیں محلہ دارالرحمت غربی سے گولبازار جانا ہوتا تو تانگے پر جاتے آتے۔ میں نے بارہا دیکھا کہ وہ کسی غریب طالب علم کے لئے وظیفہ کا انتظام کرانے کی خاطر اپنی جیب سے تانگہ کا کرایہ خرچ کر کے ربوہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتے اور بار بار جاتے اور اس وقت تک چین نہ لیتے جب تک کہ وظائف کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو جاتا۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک ایسے گھر کی ایک لڑکی جو پہلے خوش حال تھا اور مرور زمانہ کے باعث تنگ دستی کا شکار ہو گیا تھا سیٹھ صاحب کی اہلیہ صاحبہ محترمہ سے ملنے آئی اور باتوں باتوں میں اس نے گھر کے بدلے ہوئے حالات کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس بچی کو بہت تسلی تشفی دی اور اسے بالالتزام دعائیں کرنے کی نصیحت فرمائی۔ اس بچی نے کہا میں راتوں کو اٹھ اٹھ کر اور رو رو کر دعائیں کرتی رہی ہوں، میں نے اتنی دعا کی ہے کہ دعائیں کر کر کے تھک چکی ہوں۔ اب تو کوشش کروں بھی تو دعا زبان پر نہیں آتی۔ اس کی یہ بات سیٹھ صاحب نے بھی سن لی۔ سیٹھ صاحب اس کی یہ بات سن کر آبدیدہ ہو گئے۔ اسے بہت دلاسا دیا اور کہا بیٹی تم مایوس نہ ہو دعائیں جاری رکھو میں بھی تمہارے لئے بالالتزام دعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ضرور فضل فرمائے گا۔ یہ واقعہ سیٹھ صاحب نے مجھے بھی سنایا۔ جب وہ یہ واقعہ بیان کر رہے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ کہنے لگے اس دن سے میں اس گھرانے کے لئے دعا کر رہا ہوں اور خدا کے حضور عرض کر رہا ہوں کہ تو اس بچی پر فضل فرما اور اس کا ایمان ضائع ہونے سے بچا لے۔ اس کے بعد جلد ہی خدا کے فضل سے اس بچی کی ایک متمول گھرانے میں شادی ہو گئی۔ وہ بیاہ کر ایک بیرونی ملک میں چلی گئی۔ خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ اس کے سارے گھر کے افراد کی ایک اور بیرونی ملک میں جا کر آباد ہونے کی صورت نکل آئی اور وہ گھرانہ پھر خوشحال زندگی بسر کرنے لگا۔ اپنے غیر ملکی دوروں کے زمانہ میں خاکسار راقم الحروف کی ان لوگوں سے کئی بار ملاقات ہوئی۔ انہیں خوش حال اور خوشی سے مالا مال دیکھ کر جی بہت خوش ہوا۔ جب بھی ان لوگوں سے ملاقات کا موقع ملا مجھے سیٹھ صاحب مرحوم بہت یاد آئے اور ان کے اور ان کے اہل خانہ کے لئے دل سے دعائیں نکلیں۔

(باقی اگلے شمارہ میں)

الفضل انٹرنیشنل کے خود بھی خریدار بنئے اور اپنے غیر از جماعت دوستوں کے نام بھی لگوائیے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

(مینیجر)

AUTO REPAIRS

ANY AUTO ELECTRICAL
OR MECHANICAL REPAIRS
ALL CAR MODELS AND MAKES

FOR FURTHER INFORMATION CALL
NASEER AHMAD KHALID
ON:
(081) 789 1913

مکتوب پاکستان

چند خبریں بلا تبصرہ

(مبشر احمد محمود ایم۔ اے۔)

۱۵ سے ۳۰ ستمبر ۱۹۹۴ء تک کے اخبارات کا بھی اہم ترین موضوع حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے درمیان رسہ کشی بلکہ دھینگا مشتی ہی رہا ہے۔ اپوزیشن لیڈر میاں نواز شریف کی طرف سے ۱۱ ستمبر کو شروع کی گئی تحریک نجات جاری ہے اور اس ضمن میں ۱۱ تا ۱۳ ستمبر کو ٹرین مارچ، ۲۰ ستمبر کو ملک گیر ہڑتال اور ۲۹ ستمبر کو عام یوم احتجاج منانے کے مراحل مکمل ہو چکے ہیں۔ اس تحریک نجات کی حمایت اور مذمت، کامیابی اور ناکامی کے دعاوی حکومت جانے اور حکومت رہنے کے اعلانات ہی آجکل اخبارات کو ان کا تمام تر مواد مہیا کر رہے ہیں۔ اسی دوران واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والے نواز شریف کے مبینہ انٹرویو نے بھی اخباری دنیا میں ایک زلزلہ برپا کئے رکھا ہے۔ نواز شریف کی طرف سے اس کی تردید کی گئی اور اسے حکومت کی سازش قرار دیا گیا تا کہ حزب اختلاف سے فوج کو بدظن کیا جا سکے۔ جبکہ حکومتی حلقوں نے اس انٹرویو کو بنیاد بنا کر نواز شریف کو ہر قسم کی لعنت ملامت کا خوب نشانہ بنایا۔ انہی دو ہفتوں کی چند دیگر عمومی خبریں دیکھئے۔

☆ توہین عدالت کی پرواہ نہیں۔ اقتدار میں آ کر پیپلز پارٹی کے جیالے ججوں کو برطرف کر دوں گا۔
(اپوزیشن لیڈر، نواز شریف)

☆ پاکستان کو قائم رکھنا ہے تو مخلوط طریقہ انتخاب دوبارہ رائج کرنا ہو گا۔ (اسپیکر پنجاب اسمبلی حنیف رامے)

☆ کلاشنکوفوں سے مسلح سات نقاب پوش ڈاکوؤں نے ڈکیتی کی واردات کے دوران مزاحمت کرنے پر باپ بیٹے دونوں کو بھون دیا۔

☆ جھنگ صدر میں ایک گڈز کمپنی کے اڈہ سے تین سو پونڈ شراب برآمد۔

☆ مانانوالہ میں ایک نوجوان نے طویل بے روزگاری سے تنگ آ کر اپنے گھر کو جلا کر راکھ کر دیا۔

☆ ایک رہائشی سکیم میں رہائش پذیر چار ہزار افراد شدید حبس اور گرمی کے موسم میں سات روز تک پانی کی ایک بوند تک سے محروم رہے۔ اس کی شرمناک وجہ یہ تھی کہ علاقہ کے ٹیوب ویل کی موٹر خراب ہو گئی تھی جسے حکومت کے ذمہ دار اہلکار سات دن میں بھی ٹھیک نہ کرا سکے۔

☆ شمالی علاقوں کی حیثیت کے بارہ میں سپریم کورٹ کے فیصلہ سے آئینی حقائق تو نہیں بدل سکتے ...... عدالتیں تو بڑے بڑے مجاہدین آزادی کو تخریب کار قرار دیتی رہی ہیں۔
(جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ کے رہنما احسان اللہ خان کا بی۔ بی۔ سی کو انٹرویو)

☆ جمعیت مشائخ پاکستان کی سپریم کونسل نے اپنے مرکزی صدر پیر فضل حق کو ان کی سرگرمیوں اور ناپسندیدہ حرکات کی وجہ سے پارٹی کی صدارت سے الگ کر دیا ہے اور ان کی بنیادی رکنیت بھی معطل کر دی ہے۔ (ایک امریکی اداکارہ سے عشق اور شادی کے الزامات تھے)

☆ دو بیٹوں نے اپنے سسر اور چار سالوں کی مدد سے حقیقی باپ کو قتل کر دیا۔

☆ گوجرانوالہ میں صرف ۳۵۰ روپے کے لین دین کے تنازعہ پر ۲ افراد نے مشتعل ہو کر پندرہ سالہ محنت کش کو زندہ جلا دیا۔

☆ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کی ایک مسجد میں بم پھٹنے سے ۲ افراد جاں بحق اور ۴ زخمی ہو گئے۔ بم نماز عصر کے دوران پھینکا گیا۔ سپاہ صحابہ کے ترجمان نے بم پھینکنے کا الزام فقہ جعفریہ پر لگایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ اہل سنت مسلک کی مسجد ہے۔ دھماکہ اس قدر شدید تھا کہ نمازیوں کے چیتھڑے اڑ گئے اور گوشت کے لوتھڑے دیواروں سے جا لگے۔

☆ حزب اختلاف کی طرف سے ۲۳ ستمبر کو نماز جمعہ کے بعد حکومت سے نجات کی دعا کی اپیل کی وجہ سے لوگ مسجدوں میں بھی تقسیم ہو گئے۔ کہیں حکومت اور کہیں اپوزیشن سے نجات کی دعائیں مانگی گئیں۔ بعض نمازی دونوں سے چھٹکارے کی دعا مانگتے رہے۔ بعض مساجد میں ہاتھا پائی بھی ہوئی۔

☆ سندھ میں لسانی اور فرقہ وارانہ فسادات خوفناک شکل اختیار کر چکے ہیں اور ایک محتاط اندازے کے مطابق ہر روز دس بارہ افراد کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ (جنرل ریٹائرڈ اسلم بیگ، سابق چیف آف آرمی اسٹاف)

☆ ایک شخص نے اپنے معصوم بھتیجے کی آنکھیں خنجر سے نکال دیں تا کہ وہ اپنے والدین کے قتل کا بدلہ نہ لے سکے۔

☆ پاکستان میں ایڈز کے باعث اب تک ۴۶ افراد موت کی آغوش میں جا چکے ہیں۔

☆ سات سالہ طالب علم کو لاکھوں روپے تاوان وصول کر کے رہا کر دیا گیا۔

☆ فرقہ وارانہ مذہبی تنظیموں کو بیرونی ممالک سے فنڈز مل رہے ہیں۔ (آئی جی پنجاب پولیس)

☆ پاکستان، وہ ریاست نہیں جس کا خواب قائداعظم اور اقبال نے دیکھا تھا بلکہ یہ ایسی پاور اسٹیٹ ہے جس میں مختلف گروپوں کے درمیان اقتدار کی جنگ جاری ہے۔ (سینیئر جسٹس ریٹائرڈ ڈاکٹر جاوید اقبال)

☆ مولوی منظور چنیوٹی علاج کے لئے سعودی عرب روانہ ہو رہے ہیں جہاں ان کا علاج سعودی فرمانروا شاہ فہد کی ہدایت پر سرکاری اخراجات سے ہو گا۔

☆ ملا نے قوم کو تقسیم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ (آئی۔ ایس۔ آئی کے سابق سربراہ جنرل ریٹائرڈ حمید گل)

☆ کراچی میں کار سواروں نے ڈی ایس پی کو گولیوں سے بھون دیا۔

☆ پشاور میں مسلم لیگی خواتین کا پورا جلوس گرفتار، تھپڑوں اور گھونسوں کی بارش، سڑک پر گھسیٹا گیا۔

☆ ہم نام تو اسلام کا لیتے ہیں مگر ہمارے کام خلاف اسلام ہیں۔ مساجد اور امام بارگاہوں پر حملے ہو رہے ہیں۔ ایک دوسرے کو کافر کہا جا رہا ہے۔ کیا ہم یہی اسلام کی خدمت کر رہے ہیں؟ کیا اسی کا نام اسلام ہے؟
(کمشنر سرگودھا ڈویژن)

ہیٹی پر امریکی فوجوں کا قبضہ

(ہدایت زمانی - لندن)

کئی دنوں سے دنیا میں افواہ گشت کر رہی تھی کہ امریکہ ہیٹی پر حملہ کرنے والا ہے۔ بالآخر ۱۹ ستمبر ۱۹۹۴ء کو امریکی فوجی پورے فوجی ساز و سامان کے ساتھ ہیٹی کی سرزمین پر اتر آئے۔ پہلے دن ۱۳ ہزار کے لگ بھگ فوجی پہنچے مگر دوسرے دن ۱۸۰۰ بحری فوج کے سپاہی بھی سمندر کے راستے آوارد ہوئے اور اس طرح بغیر کسی مزاحمت کے ہیٹی پر امریکہ کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد بھی امریکی فوجوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور ملک میں کل امریکی فوجیوں کی تعداد ۲۰ ہزار ہو گئی۔

امریکہ کی حکومت کے نقطہ نظر کے مطابق ہیٹی پر حملے کی غرض جمہوریت کی بحالی، دہشت پسندانہ کاروائیوں کا خاتمہ اور انسانی حقوق کی پامالی کا انسداد ہے جس کے ذمہ وار ملٹری جنرل سڈراس کو گردانا جاتا ہے۔ جس نے آج سے تین سال قبل ہیٹی کے منتخب شدہ صدر پادری جین برٹرینڈ آرسٹائیڈ کی حکومت کا تختہ الٹ کر حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔

ہیٹی کا ملک جنوبی امریکہ کے قرب و جوار میں پھیلے ہوئے بحر اوقیانوس میں واقع جزائر میں سے ایک جزیرہ ہے۔ اس کا رقبہ ۱۰۷۱۲ مربع میل ہے جن میں سے ایک تہائی علاقہ پہاڑی ہے۔ ہیٹی کی آبادی ۷ ملین کے لگ بھگ ہے۔ ملک کا موسم معتدل اور مرطوب ہے۔ عوام کی اکثریت فرینچ کریول (Creol) بولتی ہے۔ سرکاری زبان فرنچ ہے۔ لوگوں کا پیشہ زراعت ہے۔ زیادہ تر کافی، شکر، روئی، کوکا کاشت کیا جاتا ہے جسے برآمد بھی کیا جاتا ہے۔ ملک میں شکر، ٹیکسٹائل اور سیمنٹ کے کارخانے قائم ہیں۔ ہیٹی پر زیادہ تر ڈکٹیٹر حکمران رہے ہیں جس کی وجہ سے عوام صدیوں سے زندگی کی جدید سہولیات سے محروم چلے آرہے ہیں۔ ملک سیاسی اور معاشی ابتری کا شکار ہے۔ یہاں کے باشندوں کی غالب اکثریت عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہے یعنی ۹۵ فیصد۔ جس میں سے ۸۰ فیصد رومن کیتھولک ہیں، چار فیصد ووڈو (Voodoo) مذہب کے پیروکار ہیں۔ ووڈو مذہب کئی خداؤں کا قائل ہے مثلاً بارش کا دیوتا، زراعت کا دیوتا، محبت کا دیوتا اور جنگ کا دیوتا وغیرہ۔ بقیہ ایک فیصد دیگر مذاہب کے لوگ ہیں۔

امریکی حکومتوں کی تنظیم نے ہیٹی کے خلاف ۱۹۹۱ء سے کڑی تجارتی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں تا کہ سڈراس کو جمہوری حکومت کے قیام اور صدر آرسٹائڈ کی واپسی کے لئے رضامند کیا جاسکے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اسی وجہ سے امریکی صدر کلنٹن نے ہیٹی پر حملے کا پلان مرتب کیا تھا۔ اخباری خبروں سے اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ امریکی عوام کی اکثریت ہیٹی پر حملے کی مخالف تھی اور اسے بے مقصد تصور کرتی تھی۔ عین ان دنوں جب حملہ کے لئے فوجیں بھجوائی جا رہی تھیں اور جہاز اڑان کے لئے تیار تھے تین ارکان پر مشتمل ایک غیر سرکاری وفد جس میں سابقہ صدر جمی کارٹر، ریٹائر شدہ چیف آف دی آرمی سٹاف، جنرل کولن پاول اور سینیٹر سام نن صدر ملٹری سروسز کمیٹی شامل تھے، ہیٹی کے حکمران کے ساتھ گفت و شنید کے لئے بھجوایا گیا جن کی کوششوں کے نتیجے میں دونوں ملکوں کے درمیان جنگ کے امکانات ختم ہو گئے اور ملک پر بغیر کسی مزاحمت کے قبضہ ہو گیا اور یہ معاہدہ طے پایا کہ ہیٹی کے ملٹری لیڈر ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۴ء تک اقتدار چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ جنرل سڈراس ۱۳ اکتوبر کو ملک سے باہر چلے گئے اور ۱۵ اکتوبر کو صدر ارسٹائڈ اپنے صدارتی محل میں پہنچ گئے۔

امریکہ کی طرف سے اعلان تو یہ ہو رہا ہے کہ اس کی فوجیں یہاں زیادہ دیر تک نہیں رہیں گی اور جونہی ملک میں تازہ انتخابات ہو گئے جو اگلے سال ہونے متوقع ہیں اور اس طرح جب عوامی حکومت قائم ہو جائے گی تو امریکی فوجیں واپس ہو جائیں گی مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ملک کے موجودہ صدر ارسٹائڈ انتخابات کو ۱۹۹۶ء تک ملتوی کر دیں گے۔ اس طرح امکان ہے کہ امریکی فوجیوں کو خلاف توقع زیادہ عرصہ وہاں رہنا پڑے گا۔ البتہ اگر پروگرام کے مطابق انتخابات مکمل ہو گئے تو پروگرام کے مطابق منتخب شدہ حکومت کی نگرانی کے لئے ملٹی نیشنل فوج کے ۶ ہزار کے لگ بھگ فوجی نیز امریکہ کے ۲ ہزار فوجی ملک میں موجود رہیں گے۔

بعض سیاسی حلقوں نے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ اگر باغیوں نے گوریلا جنگ شروع کر دی تو امریکی فوجوں کا وہاں سے واپس آنا مشکل ہو جائے گا اور اس طرح صدر کلنٹن کے آئندہ انتخابات میں دوبارہ صدر بننے کے امکانات معدوم ہو جائیں گے جو ۱۹۹۶ء میں ہونے والے ہیں۔ بعض حلقے اس بات کا اظہار بھی کر رہے ہیں کہ باوجود اس بات کے کہ ملک کے ۷۵ فیصد عوام حملہ کے مخالف تھے اور سینٹ کے ارکان کی اکثریت ایسے اقدام کی مخالف تھی۔ صدر کلنٹن نے یہ قدم اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو بچانے کے لئے اٹھایا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس حقیقت کی وجہ سے کہ گرناڈا، پانامہ اور خلیج کی جنگ میں کامیابی کی وجہ سے ری پبلکن پارٹی کی شہرت میں اضافہ ہوا تھا۔ صدر کلنٹن کو خیال پیدا ہوا کہ ہیٹی پر چڑھائی کے نتیجہ میں شاید اس کے مقدر کا ستارہ بھی چمکنے لگے۔

تاریخ

دسمبر ۱۴۹۲ء میں کولمبس اس جزیرہ کے شمالی ساحل پر اترا اور اس نے اس جزیرہ کا نام ایسپی نولہ Espinola رکھا۔ یہاں کے باشندے اراواک انڈین (Arawak Indian) کہلاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ سپین سے لوگ آکر یہاں آباد ہونے شروع ہوئے۔ یہ لوگ ان زمینوں سے سونے کی تلاش میں آئے تھے۔ انہوں نے مقامی آبادی کو غلام بنا کر کھدائی شروع کی اور سونا نکالنے لگے مگر لالچ میں انہوں نے مقامی آبادی پر بے پناہ مظالم ڈھائے حتیٰ کہ ۱۵۳۰ء میں صرف چند سو مقامی باشندے زندہ بچے۔ چنانچہ پھر انہوں نے افریقہ کا رخ کیا اور وہاں سے لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کو پکڑ کر غلام بنا کر ان علاقوں میں لے آئے۔

سپین سے آئے ہوئے ان لوگوں کی نو آبادیاں پیرو Peru اور میکسیکو میں بھی جا پہنچیں۔ چونکہ وہ علاقے زیادہ زرخیز اور کار آمد تھے اس لئے بہت سے سپین کے آباد کار وہاں منتقل ہو گئے۔ اس طرح جزیرہ اسپنولا میں سپینش آباد کاروں کی آبادی میں کمی ہوتی گئی یہانتک کہ ۱۶۰۶ء کے لگ بھگ بہت تھوڑے لوگ رہ گئے چنانچہ سپین کے بادشاہ نے حکم دیا کہ سپین کے تمام باشندے شہر Santo Domingo کے قریب جمع ہو جائیں تا کہ وہ اپنی مناسب حفاظت کا انتظام کر سکیں۔

اس طرح جو علاقے انہوں نے خالی کئے وہاں انگریز اور ڈچ بحری قزاق قبضے کے لئے پہنچ گئے۔ یہ بحری ڈاکو آس پاس کے سمندر میں اپنی کاروائیاں کرتے رہتے تھے اور سونا لیجانے والے جہازوں پر حملہ کر کے ان سے تمام سونا چھین لیا کرتے تھے۔ ۱۶۹۷ء میں سپین نے آخر کار فرانس کا تسلط اس علاقہ پر تسلیم کر لیا اور فرانسیسیوں نے افریقہ سے غلام لا کر ان علاقوں میں کافی، مکئی اور گنے کی کاشت شروع کر دی۔

رفتہ رفتہ یہ فرانسیسی کالونی بہت مالدار ہو گئی جس سے فرانس کو بے حد مالی فائدہ ہوا۔

۱۷۹۱ء میں جن دنوں فرانس میں انقلاب آیا ہوا تھا افریقن غلاموں نے اپنے فرانسیسی آقاؤں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور انہوں نے شہروں میں خوب توڑ پھوڑ کی اور فصلوں کو تباہ کر دیا۔

ایک سابقہ غلام Toussaint Louverture نے حکومت سنبھال کر ملک میں نظم و ضبط برقرار کیا مگر فرانس میں نپولین کے برسر اقتدار آجانے کے بعد اس علاقہ میں بغاوت فرد کرنے کے لئے فرانس نے فوج بجھوا دی۔ جس نے تھوڑی ہی دیر میں باغی لیڈر Louverture کو گرفتار کر کے فرانس لے جا کر قید خانے میں ڈال دیا مگر کچھ عرصہ بعد فرانسیسی افواج میں زرد بخار پھیل گیا اور کافی زیادہ سپاہی مرجانے کی وجہ سے ان کی قوت کم ہو گئی۔ باغیوں نے موقعہ دیکھ کر از سر نو متحد ہو کر ۱۸۰۳ء میں بچے کھچے فرانسیسی سپاہیوں کو شکست دے دی اور جنوری ۱۸۰۴ء میں باغیوں کے سردار جنرل جین جیکوئیس ڈیسالینز Jean Jaquois Dessalines نے اس علاقہ کو آزاد قرار دے کر اس کا نام ہیٹی رکھ دیا اور وہ خود ملک کا پہلا صدر بنا۔ مگر ۱۸۰۶ء میں اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے بعد اس کے دو جرنیلوں میں اقتدار کی کشمکش شروع ہوئی۔ ایک نے شمالی حصہ پر اور دوسرے نے جنوبی حصہ پر قبضہ کر لیا۔ آخر کار ۱۸۱۸ء میں جین بوئر (Jean Boyer) نے ملک کو متحد کیا۔ اس کے بعد ملک میں یکے بعد دیگرے متعدد ڈکٹیٹروں نے قبضہ کئے رکھا حتیٰ کہ ۱۹۱۵ء میں امریکہ کے صدر ولسن نے یہ محسوس کر کے کہ اس علاقہ میں خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر کہیں دوسری قومیں اس پر قبضہ نہ کر لیں اپنی بوی اور بحری افواج ہیٹی میں اتار دیں اس طرح ۱۹۱۵ء میں امریکہ نے اس ملک پر قبضہ کیا تھا جو ۱۹۳۴ء تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں ملک کے نظم و نسق کو بحال کیا گیا۔ ملک میں سکول، کالج اور ہسپتال وغیرہ قائم کئے گئے۔ حفظان صحت کی طرف توجہ دی گئی جس کے نتیجہ میں زرد بخار کی وبا اس علاقہ سے ختم ہو گئی۔

۱۹۴۶ء کے بعد سے اس ملک میں پھر بدامنی کا دور دورہ ہے۔

۱۹۵۰ء میں ایک بار پھر فوجی انقلاب آیا اور اس کے بعد ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ڈاکٹر فرانکو ڈوویلر Dr. Duvalier صدر چنے گئے۔ ۱۹۶۴ء میں انہوں نے اپنے تاحیات صدر ہونے کا اعلان کر دیا۔ ۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء کو اس کی وفات کے بعد اس کا لڑکا صدر بن بیٹھا۔ مگر ۷ فروری ۱۹۸۶ء کو اسے ملک سے جان بچا کر بھاگنا پڑا اور جنرل نامپھی (Namphy) نے ایک کونسل کا اعلان کیا۔ جنوری ۱۹۸۸ء میں Leslie Manigat کو صدر چن لیا گیا مگر ستمبر ۱۹۸۸ء میں ہی اسے معزول کر کے حکومتی اختیارات لیفٹیننٹ جنرل پراسپر ایورل (Prosper Avril) نے سنبھال لئے۔ مارچ ۱۹۹۰ء میں ارتھا ٹرویلوٹ (Ertha Trovill-ot) نے حکومت سنبھالی اور دسمبر ۱۹۹۰ء میں پادری جین برٹرینڈ ارسٹائڈ (Jean Bartrand Ari-stide) کو صدر منتخب کیا گیا۔ مگر یکم اکتوبر ۱۹۹۱ء کو ایک اور فوجی انقلاب کے ذریعہ اسے ہٹا دیا گیا۔ اور وہ ملک سے باہر جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔ جسے اب امریکی افواج نے اپنی نگرانی میں دوبارہ ہیٹی کے صدارتی محل میں پہنچایا ہے۔

دنیا بھر کے سیاسی لیڈروں اور حکومتوں نے ہیٹی پر امریکی حملے کے بارہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ بعض نے تو امریکہ کے اس اقدام کو دوسرے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیتے ہوئے اس کی پرزور مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ بوسنیا، صومالیہ اور خاص طور پر عراق کے خلاف امریکہ کے حالیہ اقدامات کی روشنی میں ہیٹی پر حملے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

انہوں نے اس امر کا بھی اظہار کیا ہے کہ امریکہ کے اس اقدام سے اقوام متحدہ کی ساکھ کو مزید نقصان پہنچا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکہ کی حکومت نیز اس کے حلیف مغربی ممالک کی دوغلی پالیسی مزید آشکارا ہوئی ہے کیونکہ جہاں امریکہ کمزور ممالک کے خلاف فوج کشی میں ذرہ بھر نہیں ہچکچاتا وہاں سربوں کے خلاف جو باقاعدہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت علاقہ کے مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے کے درپے ہیں ایک بھی سپاہی بھیجنے کے لئے تیار نہیں۔

CRAWFORD TRAVEL SERVICES

COMPETITIVE FARES TO PAKISTAN - INDIA - THE MIDDLE & FAR EAST - USA & CANADA BY PIA - AIR INDIA - BRITISH AIR - EMIRATE AIR - GULF AIR - KUWAIT AIR AND OTHER MAJOR AIRLINES

PHONE 071 723 2773
FAX 071 723 0502

Room 104, Chapel House
24 Nutford Place, London W1H

AUTO REPAIRS

ANY AUTO ELECTRICAL OR MECHANICAL REPAIRS ALL CAR MODELS AND MAKES

FOR FURTHER INFORMATION CALL
NASEER AHMAD KHALID
ON:
(081) 789 1913

دنیا کا سب سے پہلا ہیومن جینوم میپ

(Human Genome Map)

(محمد زکریا ورک - کینیڈا)

یونیورسٹی آف ٹورنٹو کینیڈا کے جاری کردہ پریس ریلیز کے مطابق اس ہفتہ (۳، ۴ نومبر ۱۹۹۴ء) دنیا کے گیارہ نوبل لاریٹ ٹورنٹو میں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ بیسویں صدی کے ان نامور سائینسدانوں کی آمد کا مقصد یونیورسٹی آف ٹورنٹو کے نوبل انعام یافتہ پروفیسر جان پولانی (John Polyani) کو خراج عقیدت پیش کرنا ہے۔ انہیں ۱۹۸۶ء میں کیمسٹری کا نوبل انعام دیا گیا تھا۔

ان گیارہ نوبل لاریٹ میں سب سے زیادہ اہم سائنس دان جیمز واٹسن (James Watson) ہیں جن کو ۱۹۶۲ء میں میڈیسن کا نوبل انعام ڈی۔ این۔ اے۔ کا Double Helix Structure دریافت کرنے پر دیا گیا تھا۔ ان کی تقریر کا موضوع "ہیومن جینوم پراجیکٹ" ہے۔ اس عالمی پراجیکٹ کے وہ اس وقت سربراہ بھی ہیں۔ اس کا مقصد انسان کے جسم میں ایک لاکھ کے قریب پائے جانے والے جین کا جینیاتی نقشہ تیار کرنا ہے۔ اس پراجیکٹ پر تین بلین ڈالر خرچ آئے گا۔

بلجیم کے ایک نوبل انعام یافتہ سائنس دان کرسچین۔ڈو آوٗ (Christian Du Duve) جن کو ۱۹۷۴ء میں میڈیسن کا نوبل انعام دیا گیا ان کے لیکچر کا موضوع اجرام فلکی میں زندگی کے آثار پائے جانا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بہت سے سیاروں میں ایسی ہی کیمیائی زندگی اور فضا موجود ہے جس کی بناء پر زندگی کرہ زمین پر شروع ہوئی تھی لہذا کائنات میں زمین جیسی مخلوق کا کہیں موجود ہونا عین ممکن ہے۔

ایک اور سائنس دان جو اس موقعہ پر لیکچر دیں گے ان کا نام چارلس ٹاؤنز (Charles Townes) ہے اس نوبل لاریٹ نے خلاء میں "بلیک ہول" دریافت کیا تھا۔

پیرس سے یہ خوش کن خبر آئی ہے کہ بین الاقوامی ہیومن جینوم پراجیکٹ کے ماتحت کام کرنے والے سائنس دانوں نے انسانی جینوم کا پہلا نقشہ تیار کر لیا ہے۔ فرانس میں بیسوی صدی کے اس عظیم پراجیکٹ پر ریسرچ کا کام پیرس کے ایک پروفیسر ڈینیل کوہن (Daniel Cohen) نے کیا ہے۔ انگلستان سے شائع ہونے والے مؤقر سائینسی جرنل (Nature) میں پروفیسر کوہن نے اپنی زلزلہ خیز تحقیقات کو ایک نقشہ کی صورت میں پیش کیا ہے ایک تخمینہ کے مطابق اس بین الاقوامی پراجیکٹ پر تین بلین امریکن ڈالر خرچ آئیں گے جس کے نتیجے میں سائنس دان انسانی جینوم کا بلیو پرنٹ تیار کر سکیں گے۔ اس پراجیکٹ کے تحت دنیا بھر کے سائنس دان ایسے جین انسانی D N A میں تلاش کر سکیں گے جن کی وجہ سے لوگ مختلف عوارض کا شکار ہوتے ہیں۔ ان بیماریوں میں پٹھوں کا عارضہ (Muscular Dystrophy)، مرگی، ذیابیطس، سانس کی تکلیف یعنی دمہ اور بعض دل کی بیماریاں سر فہرست ہیں۔ جب سائنس دان ایسے جین کا ٹھیک ٹھیک مقام اور ان کی اصل پوزیشن کا تعین کر لیں گے تو پھر ان کے علاج کے لئے فارماسوٹیکل کمپنیاں نت نئی دوائیاں بھی بنانا شروع کر دیں گی۔

یاد رہے کہ انسان کا مکمل جینیٹک کوڈ تین بلین جینیاتی حروف پر مشتمل ہوتا ہے جو تمام کا تمام انسان کے وراثتی بینک "ڈی۔ این۔ اے" (D N A) کے اندر محفوظ ہوتا ہے۔ انسان کے جسم کے ۴۶ کروموسوم (۲۳ جڑواں) ہوتے ہیں۔ ان کروموسوم کے مجموعہ کو جینوم کہتے ہیں۔ پروفیسر کوہن نے ان ۲۳ جڑواں کروموسوم کا کیمیائی نقشہ تیار کیا ہے جو جینیات کے میدان میں ریسرچ اور فارماسوٹیکل کمپنیوں کے لئے دوائی بنانے میں نہ صرف بنیادی اہمیت بلکہ من و سلویٰ کی حیثیت رکھے گا۔ یہ پہلی کوشش ہے اس لئے ممکن ہے اس میں خامیاں ہوں۔

انسانی جسم میں جین کو تلاش کرنے کے لئے کئی سال کی ریسرچ درکار ہوتی ہے۔ پروفیسر کوہن کا کہنا ہے کہ ان کے نقشہ کی مدد سے اب سائنس دانوں کو صرف چند ماہ میں جین دریافت کرنا ممکن ہو جائے گا۔ برطانیہ میں کیمبرج یونیورسٹی کے نزدیک (Sanger-Centre) میں واقع ریسرچ کا ایک ادارہ، جو پورے یورپ میں جینوم پر ہونے والی ریسرچ کا مرکزی مقام ہے اس نے بھی پروفیسر کوہن کو ان کے نقشہ پر خراج تحسین پیش کیا ہے۔

جینیات کی سائنس میں انقلاب آج سے پورے چالیس سال قبل نیویارک میں اس وقت آیا جب دو امریکی سائنس دانوں جیمز واٹسن (James Watson) اور فرانسس کرک (Frances Crick) نے ڈی۔ این۔ اے۔ کا Double-Helix Structure دریافت کیا تھا۔ امریکہ کی سٹین فورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر کاکس (Cox) نے بھی پیرس میں بننے والے نقشہ کو "زبردست کامیابی" کے الفاظ سے سراہا ہے۔ امریکہ میں اس پراجیکٹ پر اس وقت لاکھوں ڈالر بے دریغ خرچ کئے جا رہے ہیں۔ کمپیوٹر نیٹ ورک کا وہ ادارہ جس کا نام Internet ہے اور جس کو امریکہ کی وفاقی حکومت ریگولیٹ کرتی ہے اس ادارہ کے کمپیوٹر پر بھی یہ نیا نقشہ سائنس دانوں کے ملاحظہ کے لئے دستیاب ہے۔ انٹرنیٹ کے کمپیوٹر نیٹ ورک کے ذریعہ دنیا میں ہزاروں سائنس دان، پروفیسر، طلباء اور لیبارٹری ٹیکنیشنز ایک دوسرے سے کمپیوٹر پر گفت و شنید کرنے کے علاوہ بحث و مباحثہ بھی کرتے ہیں۔ کتابی صورت میں یہ کیمیائی نقشہ تین صد صفحات پر مشتمل اس سال عنقریب منظر عام پر آ جائے گا۔ سائنس دانوں کی چار ٹیموں نے اس نقشہ پر جو ٹسٹ کئے ہیں ان سے وہ پوری طرح مطمئن ہیں اس کے علاوہ پوری دنیا میں ۳۵۰ سائنس دان اس نقشہ کو اپنی ریسرچ میں باقاعدہ استعمال کر رہے ہیں۔ پروفیسر کوہن اس ایجاد کا پیٹنٹ حاصل کرنے میں تردد اس لئے کر رہے ہیں تا یہ چیز مزید ریسرچ میں رکاوٹ کا باعث نہ ہو۔ اس نقشہ کی مدد سے اب انسانی جینوم ۹۰۰،۰۰۰ جینیاتی حروف ابجد (Genome Letters) بصورت ڈکشنری قلم بند ہوئے ہیں۔ سائینسدان اب انسانی جینیٹک کوڈ کو لفظ بہ لفظ اسٹڈی کریں گے جس کو سائینسی زبان میں Sequencing کہا جاتا ہے۔ قیاس غالب ہے کہ جینیاتی حروف ابجد پر تفصیلی ریسرچ ۲۰۰۶ء تک مکمل ہو جائے گی۔

جینوم نقشہ کو صفحہ قرطاس پر اتارنے کے لئے چوٹی کے پچاس سائنس دانوں اور تیس الیکٹرانک روبوٹ (موسوم CEPH) نے پیرس شہر کے مشرق میں مقیم انسٹی ٹیوٹ آف مالی کیولر جینیٹک Molecular Genetic میں دن رات عرق ریزی سے کام کیا تھا۔ یاد رہے کہ ہر انسان میں ۲ + ۴۴ کروموسوم ہوتے ہیں۔ عورتوں میں ۲۔ ایکس کروموسوم ہوتے ہیں جبکہ مردوں میں ۲۔ ایکس اور وائی (X&Y) کروموسوم ہوتے ہیں۔ ان کروموسوم میں تین بلین کے قریب جینیاتی حروف ابجد محفوظ ہوتے ہیں۔ امریکہ میں سائنس دانوں کی ایک ٹیم نے مردوں میں پائے جانے والے "وائی" کروموسوم کا نقشہ بھی تیار کر لیا ہے۔ پروفیسر کوہن نے اپنا نقشہ تیار کرنے کے لئے ۱۰ مکمل انسانی ڈی۔ این۔ اے۔ کاسیٹ کاٹ کر ۳۳،۰۰۰ ٹکڑوں میں بانٹا تھا جبکہ ان ۳۳ ہزار ٹکڑوں میں ہر ایک ٹکڑے میں ۹ لاکھ حروف ابجد ہوتے ہیں ان نو لاکھ حروف ابجد کو ایک باقاعدہ ترتیب سے رکھنا، ان کا مختلف زاویوں سے مطالعہ کرنا اور بالآخر ان کو دوبارہ Re assemble کرنا جان جوکھوں والا مشکل کام تھا۔ روبوٹس استعمال کرنے سے یہ کام دس گنا تیز رفتاری سے ہوا۔ ہر جین کا ٹھیک ٹھیک مقام تعین کرنے کے لئے ایک خاص کمپیوٹر پروگرام لکھا گیا تھا۔

زندگی کا بنیادی عنصر

کائنات میں زندگی کا بنیادی میٹیریل یعنی ڈی۔ این۔ اے۔ آج سے پورے پچاس سال قبل یکم فروری ۱۹۴۴ء کو نیویارک کی راک فیلر یونیورسٹی میں دریافت ہوا تھا اس وقت سائینسدان گزشتہ دس سال سے ایسے بکٹیریا کا لیبارٹری میں مطالعہ کر رہے تھے جس کی بناء پر لوگوں کو نمونیہ کا بخار ہو جاتا ہے۔ اس بکٹیریا پر ریسرچ کے دوران سائنس دانوں کو انسانی خلیہ (Cell) کے مرکزی مقام کے اندر موجود وہ کیمیائی عنصر یعنی ڈی۔ این۔ اے۔ ملا جس کی بناء پر انسان، درخت، چرند، پرند دنیا میں زندہ ہیں۔ اس دریافت کو بیالوجیکل انقلاب کہنا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ڈی۔ این۔ اے۔ کی دریافت سے ہمارے نظریات فطرت کے بارہ میں بالکل بدل گئے اور اب چالیس سال بعد یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسان بیماریوں کے سدباب کرنے کا طریق بہت جلد معلوم کر لے گا۔ ایک سائینسدان نے اس انقلاب کا موازنہ فرنچ انقلاب اور امریکی انقلاب سے کیا ہے۔ درحقیقت بیسویں صدی میں سائنس کی دنیا میں اس ایک دریافت نے تہلکہ مچا دیا ہے۔

یہ سوال کہ اس دریافت نے تہلکہ کیسے مچایا ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ امریکہ میں سائنس دانوں نے ایک نیا ٹماٹر بائیو ٹیکنالوجی کے استعمال سے بنایا ہے جس کا نام Flavr—Savr ہے اس نئے ٹماٹر کے جین یوں بدلے گئے ہیں کہ اب یہ سڑے گلے گا نہیں۔ اب درخت سے سبز رنگ کے ٹماٹر اتارنے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ یہ مذکورہ ٹماٹر اپنے درخت پر آب و ہوا کی پروا کئے بغیر معین مدت میں سرخ ہو جائے گا اور اسے پورے نارتھ امریکہ میں ٹرکوں کے ذریعہ بغیر کسی خوف کے ٹرانسپورٹ کیا جا سکے گا۔ آج کل ٹماٹر امریکہ کی جنوبی ریاستوں سے سبز رنگ میں ٹرکوں کے اندر لادے جاتے ہیں پھر ان کو گیس دے کر منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے سرخ کر لیا جاتا ہے۔ نئے ٹماٹر کا مزہ نہایت لذیذ ہوگا اور اسے گلنے سڑنے میں ایک ماہ کا عرصہ درکار ہوگا۔

کینیڈا میں اس وقت ۲۹۰ کمپنیاں اور ریسرچ کے ادارے خوراک کے میدان میں بائیو ٹیکنالوجی کو استعمال کر کے پھل اور سبزیوں کو عمدہ پیدا کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ اٹاوہ شہر میں مقیم ایک کمپنی نے بائیو ٹیکنالوجی کے ذریعہ ایک نیا کیلا (Banana) تیار کیا ہے جس کا نام گولڈ فنگر (Gold Finger) ہے۔ اس نئے کیلے کا پھل بنانے سے اب کاشتکاروں کو Pesticide & Fungicide کا اسپرے درختوں کو کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور یوں یہ نئی تحقیق زمین کے لئے باعث رحمت ہوگی۔ ایک درخت کے جین دوسرے پھل یا سبزی کے پودے میں ٹرانسفر اس مقصد کے لئے کرنا کہ اس کی غذائیت بڑھ جائے یا ادویہ کا استعمال درختوں اور پودوں پر کم ہو جائے یہ چیز بائیو ٹیکنالوجی کا حیران کن فائدہ ہے۔

گائے کے جسم کے اندر ایک ہارمون B S T ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کے جسم میں دودھ پیدا ہوتا ہے۔ اب بائیو ٹیکنالوجی کے ذریعہ وہ جین جو اس ہارمون کو کنٹرول کرتا ہے وہ گائے کے جسم کے اندر وافر مقدار میں داخل کر کے دودھ کی پروڈکشن بڑھائی جا سکتی ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ یہ ہارمون Bovine Somatotropin کے مناسب استعمال سے گائے میں دودھ کی پروڈکشن ۲۵ فیصد بڑھائی جا سکتی ہے۔ ایسا دودھ قدرتی دودھ سے

باقی صفحہ نمبر 15 پر ملاحظہ فرمائیں

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE

ATLAS TRAVEL

THE TRAVEL AGENTS YOU CAN TRUST

061 795 3656

493, CHEETHAM HILL ROAD, MANCHESTER, M8 7HY

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR

FREE DELIVERY 081-877 0469/1040

PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN

ARNEY'S

164 GARRAT LANE, LONDON SW18 4DA

SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

ایکس ریز کا متبادل

(محمد احمد مانچسٹر یونیورسٹی)

فزکس کے جرمن سائنس دان ڈبلیو رونتجن نے ایکس ریز کو اتفاقیہ طور پر دریافت کیا۔ چونکہ ان شعاعوں کی نوعیت معلوم نہ تھی اس لئے ان کا نام "ایکس ریز" رکھا گیا۔ ویسے بعض ممالک میں ان کا نام "رونتجن ریز" بھی ہے۔ ان شعاعوں کا استعمال میڈیکل کے شعبے سے بھرپور طور پر وابستہ ہے۔ اگرچہ ان کو دفاع اور صنعت میں بھی استعمال کیا جارہا ہے مگر جو کمال درجہ کی انسانی خدمت اس دریافت سے ہوئی وہ اپناہی بلند مقام رکھتی ہے۔

حالیہ تحقیقات نے واضح کیا کہ دن بھر میں پانچ دفعہ سے زیادہ ایکس ریز کروانا خطرناک ہوسکتا ہے۔ لہٰذا انسانی ڈھانچے کو دیکھنے کے لئے کسی اور چیز کی تلاش شروع ہوئی۔ حال ہی میں ساؤتھ کیلی فورنیا یونیورسٹی امریکہ اور سوئٹزرلینڈ کے فزکس کے سائنس دانوں نے ایک ایسی تکنیک کو رجسٹر کروایا ہے جس کے ذریعے شعاعوں کے منعکس کرنے والے میڈیم کو دیکھا جاسکے گا۔ بالاخر ایک دن اس دریافت کو ایکس ریز کے متبادل کے طور پر ہسپتالوں میں لایا جانا مقصود ہے۔

جب روشنی جسم میں کسی بھی موٹائی کے ٹشو سے گزرتی ہے تو ٹشو اس روشنی کے رستہ کو تبدیل کر دیتے ہیں جسے Scattering کہتے ہیں۔ یہ روشنی، جس کا رستہ تبدیل ہوا ہوتا ہے، جب جسم سے باہر آتی ہے تو جسم کے اندر کی تمام مفید معلومات جو ہڈیوں یا رسولی کے بارے میں ہوتی ہیں ضائع ہو جاتی ہیں تاہم روشنی کی بہت تھوڑی مقدار ایسی بھی پائی گئی جو جسم کے اندرون سے بغیر رستہ تبدیل کئے گزر جاتی ہے۔ یہ روشنی Ballistic Light ٹشو کے اندر چھپے ہوئے حالات کو نمایاں کر سکتی ہے۔

اَب ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی ایسا طریقہ دریافت کیا جائے جو اس مفید روشنی Ballistic Light کو دوسری روشنی Scattered Light سے الگ کر سکے۔ یہ طریقہ پروفیسر جیک فین برگ جن کا تعلق امریکہ کی ساؤتھ کیلی فورنیا یونیورسٹی سے ہے اور الیگزینڈر ربان جن کا تعلق زیورچ کے Eidgenössische Technische Hochschule سے ہے، نے ترتیب دیا۔ اس طریقہ میں Ballistic Light کی ایک خوبی پر زور دیا گیا ہے کہ یہ بالکل سیدھا رستہ اختیار کرتی ہوئی جسم سے خارج ہوتی ہے دوسرے یہ بھٹکنے والی Scattered Light سے کچھ وقت پہلے ہی باہر آ جاتی ہے۔ اگر ہمارا وقت کے گزرنے کا احساس اس قدر نفیس ہو کہ ایک سیکنڈ کے کھرب ویں حصہ کو بھی محسوس کر سکیں تو پھر یہ کام آسان ہے کیونکہ Ballistic Light دوسری لائٹ سے ایک سیکنڈ کے چند کھربویں حصہ یعنی چند پیکو سیکنڈ قبل بر آمد ہو جاتی ہے۔

فین برگ اور ربان نے ٹشو سے نکلنے والی لیزر لائٹ اور ایک "ریفرنس ریزر لائٹ" سے سہ رخی تصویر اخذ کی جسے "ہالوگرام" کہتے ہیں۔ یہ ایک تیز رفتار کیمرہ کا ساعمل ہے جس کا شٹر انتہائی تیز رفتار ہونا ضروری ہے تا وہ Ballistic Light جو جسم سے ہو کر مفید معلومات اپنے اندر سمائے ہوئے باہر آتی ہے صرف اسی روشنی کو اس کیمرے میں داخلے کی اجازت ہو اور اس Ballistic Light کے بعد شٹر بند حالت پر آ جائے اور دوسری لائٹ کو داخل ہونے سے روک دیا جائے۔

یہ تکنیک تجرباتی مراحل سے گزرتی ہوئی عنقریب تجارتی شکل اختیار کرنے والی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ تکنیک بھی ایکس ریز کی طرح انسانیت کی خدمت میں بھرپور کردار ادا کرے گی۔

بقیہ | دنیا کا سب سے پہلا ہیومن جینوم میپ

غذائیت کے نقطہ نظر سے ذرا بھی مختلف نہیں ہوتا۔

واشنگٹن میں ایک امریکی سائینسدان Craig Venter نے فیڈرل نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ سے استعفیٰ دینے کے بعد اپنی ایک کمپنی بنالی ہے جس کا نام (Human Genome Science Inc.) ہے اس کمپنی کے پبلک شیئرز اسٹاک ایکسچینج پر فروخت کر کے اس کے لاکھوں ڈالر اس کمپنی کے لئے اکٹھے کر لئے ہیں۔ مسٹر وینٹر نے ایسی ٹیکنالوجی دریافت کی ہے جس کی مدد سے جینک کوڈ کے لمبے سے لمبے دھاگوں کے حروف ابجد تیار کئے جا سکتے ہیں اس کو سائینسی زبان میں Sequencing کہا جاتا ہے ہیومن جینوم پراجیکٹ کو شروع ہونے میں ابھی دس سال سے کم عرصہ ہوا ہے اور اتنے قلیل عرصہ میں اس کے کمرشل فوائد سامنے آنے شروع ہو گئے ہیں۔ مسٹر وینٹر کی کمپنی کے ۷۲۶،۶۱۲ شیئرز بکنے پر ۹ ملین امریکن ڈالر اکٹھے ہوئے اور فروری ۱۹۹۴ء میں اب ان شیئرز کی قیمت ۱۳۴ء۴ ملین ڈالر ہے جبکہ ایک اسٹاک کی قیمت ۱۷ء۶۵ ڈالر ہے۔ یاد رہے کہ مسٹر وینٹر نے اپنی ملازمت کے دوران نیشنل انسٹی ٹیوٹ میں بہت سارے جین دریافت کئے تھے۔

خریداران سے گزارش

الفضل انٹرنیشنل کی زیادہ سے زیادہ خریداری کے ذریعہ اس روحانی چشمہ کے فیض کو عام کریں۔ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ دوسروں کو بھی خریداری کی طرف توجہ دلائیں۔

(مینجر)

حاصل مطالعہ

امام زمانہ کی پہچان

(محمد احمد حامی)

برصغیر ہندوپاکستان میں گزشتہ ایک سو سال میں جو تحریکیں غلبہ اسلام اور اقامت دین کے نام پر سامنے آئی ہیں ان میں سے اگر عسکری مزاج اور سیاسی عزائم رکھنے والوں کو الگ کر دیا جائے تو فکری انقلاب اور منظم تحزب پر مبنی صرف تین جماعتیں ایسی ہیں جن کی دعوت میں ایک قسم کا تسلسل اور طریقہ کار میں یک گونہ یکسانی پائی جاتی ہے۔ گو دوسرے اسلامی ممالک میں بھی انہی خطوط پر ان کے ہم عصر مفکرین نے تحریکیں چلائیں جیساکہ سید قطب شہید، حسن البنّا اور سوڈان ، الجیریا، تیونس اور مراکو میں مختلف رجعت پسندانہ عناصر نے گروہ بندی کی کوشش کی لیکن بہت جلد ملکی سیاست میں آ جانے پر آزاد خیال اور سیکولر اکثریت کے دباؤ میں دم توڑ گئیں۔ برصغیر کے داعیوں میں سب سے پہلے مولانا ابوالکلام آزاد نے "حزب اللہ" کے نام پر اسلامی انقلاب کے داعیوں کو جمع کرنے کی سعی کی اور اپنے مجلہ "الہلال" کے ذریعہ اس کے اغراض و مقاصد کی تشہیر کی گئی مگر مقبولیت میں کمی اور اراکین میں ذہنی یکسوئی نہ ہونے کی وجہ سے جلد ہی مولانا اس سے بددل ہو گئے اور اپنی دانست میں اس سے ارفع اور اول مقصد یعنی تحریک آزادی وطن کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے اور آخر دم تک اس کے لئے کوشاں رہے۔ ان کے بعد سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے بعینہ اسی تصور کو آگے بڑھایا اگرچہ مودودی صاحب نے اپنی خود پسندی اور پندار نفس کی وجہ سے کبھی بھی مولانا آزاد کا پیرو ہونے کا اقرار نہیں کیا مگر سب مورخ اور مبصر متفق ہیں کہ مودودی صاحب کی جماعت اسلامی، حزب اللہ کا ہی چربہ ہے۔ حتیٰ کہ مودودی کی ابتدائی تحریروں میں بکثرت الہلال، ابلاغ اور آزاد کی دوسری تحریروں کے حوالے یا تکرار نظر آتا ہے۔ ان کے نمائندہ جریدہ "ترجمان القرآن" کا نام بھی مولانا آزاد کی جزوی تفسیر "ترجمان القرآن" سے ہی ماخوذ ہے۔ جب مودودی صاحب نے اسلام کی فکری ترویج اور انفرادی نفوذ کا طریق ترک کر کے "انقلاب" کی بجائے "انتخاب" کے راستے ملکی سیاست میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا تو ۱۹۵۰ء میں جماعت اسلامی کی ماچھی گوٹھ کانفرنس میں ان کے ہمراہیوں کا ایک ناطق گروہ جماعت سے الگ ہو گیا تھا اور ان میں ایک صاحب ڈاکٹر اسرار احمد بھی تھے۔

ان ڈاکٹر صاحب نے کئی برس کے غور و فکر اور جماعت اسلامی کے منحرفین سے صلاح مشورہ کے بعد اسی نہج پر اپنی جماعت "تنظیم اسلامی" بنائی اور مزید کچھ عرصہ کے بعد "خلافت اسلامیہ پاکستان" کا ڈول ڈال کر مسلمان نوجوانوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اساس پر سمع و طاعت کی بیعت کا مطالبہ کیا۔

اس وقت ان تینوں تحریکوں یعنی مولانا آزاد ، مودودی صاحب یا ڈاکٹر اسرار احمد کی دعوات کا جائزہ مقصود نہیں اور نہ ہی ان کی فکری بوالعجبیوں یا عملی قلابازیوں کی نشاندہی منظور ہے بلکہ ان تینوں میں مشترک ایک پیاس، ایک احساس، ایک طلب کا تذکرہ پیش نظر ہے۔ ان تینوں اصحاب کو ہی کسی نہ کسی وقت یہ اندازہ ہوا کہ مسلمانوں کی کوئی بھی تنظیم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ ان کا کوئی واجب الاطاعت امیر نہ ہو اور جس کا مقام بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں کامل سمع و طاعت حاصل کر سکے کہ فی الحقیقت منہاج نبوت سے ہٹ کر کسی خلافت یا امارت کی کامیابی ممکن نہیں۔ ایسے قائد اور مقتدیٰ میں کیا صفات ہونی چاہئیں اور اس کی دعوت اور عمل کے لئے کونسا وقت سب سے زیادہ موزوں ہے، ان موضوعات پر انہوں نے اپنی تحریروں کے بعض مقامات پر بے اختیار اپنے دل کا حال کھولا ہے۔ ذیل میں ہم انہیں حسرت بھرے کلمات کو یکجا کر کے ان میں سے گزرتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد، زمانے کے مصلح اور امام میں عزم و ہمت کی جو خصوصیات دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے طریق کار کا جو تصور ان کے ذہن میں تھا وہ موصوف کے پرشوکت الفاظ اور منفرد اسلوب میں یوں تھا۔

"بڑے بڑوں کا عذر یہ ہوتا ہے کہ وقت ساتھ نہیں دیتا اور سرو سامان و اسباب کار فراہم نہیں۔ لیکن وقت کا عازم و فاتح اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وقت ساتھ نہیں دیتا تو میں اس کو ساتھ لوں گا۔ اگر سرو سامان نہیں تو اپنے ہاتھوں سے تیار کر لوں گا۔ اگر زمین موافق نہیں تو آسمان کو اترنا چاہئے۔ اگر آدمی نہیں ملتے تو فرشتوں کو ساتھ دینا چاہئے۔ اگر انسانوں کی زبانیں گونگی ہو گئی ہیں تو پتھروں کو چیخنا چاہئے۔ اگر ساتھ چلنے والے نہیں تو کیا مضائقہ، درختوں کو دوڑنا چاہئے۔ اگر دشمن بے شمار ہیں تو آسمان کی بجلیوں کی بھی کوئی گنتی نہیں۔ اگر رکاوٹیں اور مشکلیں بہت ہیں تو پہاڑوں اور طوفانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ راہ صاف نہیں کرتے ۔ وہ زمانہ کا مخلوق نہیں ہوتا کہ زمانہ اس سے اپنی چاکری کرائے۔ وہ وقت کا خالق اور اپنے عہد کا پالنے والا ہوتا ہے، وہ زمانہ کے حکموں پر نہیں چلتا بلکہ زمانہ آتا ہے کہ اس کی جنبش لب کا انتظار کرے۔ وہ دنیا پر اس لئے نظر نہیں ڈالتا کہ کیا کیا ہے جس سے دامن بھر لوں؟ وہ یہ دیکھنے کے لئے آتا ہے کہ کیا کیا نہیں ہے جس کو پورا

MORGONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip Road,
Greenford
Ladieswear Showrooms.
34 The Broadway, Ruislip Road,
Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

LOLMAN
FOODS
BUYING GROUP

FOR
GROCERS
AND C.T.N.
SHOPS

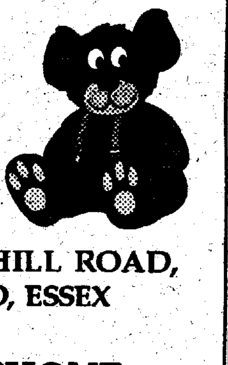

2 SANDY HILL ROAD,
ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
081 478 6464
081 553 3611

Al Fazl International Weekly, London

16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)

ISSN: 1352 9587

TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095

Vol. 1 | Friday, November 25, 1994 | No. 47

Muslim Television Ahmadiyya

Programme Schedule
For Live Transmission from London
25th November 1994 - 8th December 1994

Tel:+44 81 870 0922
+44 81 870 8517 Ext. 230
Fax:+44 81 870 0684
Telex: 262433 MONREF G
Our Telex Ref: B1292

Friday, 25th November

12.45 Tilawat
1.00 Comments on News
1.20 Darood-o-Salam
1.30 FRIDAY SERMON
2.40 Selected Sayings of the Holy Prophet ﷺ
2.50 MULAQAT - General Q/A
3.50 Tomorrow's Programmes

Saturday, 26th November

11.45 Tilawat
12.00 Questions Answers Session with Hazrat Khalifatul Masih IV
1.30 MULAQAT With Children
2.30 Documentary programme "Heartbeat the Rhythm of Health" by World Health Organisation
2.50 Hazoor's Address at the Ansarullah U.K. Ijtemah 1994
3:40 Bosnian Programme
3.50 Tomorrow's Programmes

Sunday, 27th November

11.45 Tilawat
12.00 Questions Answers Session with Hazrat Khalifatul Masih IV
1:30 MULAQAT with English Ahmadies
2:30 Letters From London by Aftab Ahmed Khan Sahib Amir U.K.
2:50 A talk by Mr Zainullah about his acceptance of Ahmadiyyat (Albanian Language)
3:00 A discussion by German Ahmadi Students about problems faced by them in schools
3:30 German Programme
3.50 Tomorrow's Programmes

Monday, 28th November

1.15 Tilawat
1.30 MULAQAT - Homeopathy Class
2.30 Selected Sayings of the Holy Prophet ﷺ
2.40 "Correct Pronunciation of Poems" Host: Mrs Amtul Bari Nasir Sahiba
3.05 "Selection From Our Archive" لائبریری سے انتخاب
3.50 Tomorrow's Programmes

Tuesday, 29th November

1.15 Tilawat
1.30 MULAQAT - Homeopathy class
2:30 Sirat-tun-Nabi ﷺ سیرت النبی ﷺ by Naseer Ahmad Qamar Sahib
2.45 Islami Akhlaq اسلامی اخلاق A talk by Laiq Tahir Sahib
3:05 Children's Programme Host Mrs Amtul Bari Nasir
3.35 German Programme
3.50 Tomorrow's Programmes

Wednesday 30th November

1.15 Tilawat
1.30 MULAQAT. Quran Translation Class
2.30 ISLAMIC ETIQUETTE, (Part 10) A talk by Imam Attaul Mujeeb Rashid Sahib
3.00 Bosnian Programme
3.50 Tomorrow's Programmes

Thursday, 1st December

1.15 Tilawat
1.30 MULAQAT. Quran Translation Class
2.30 Selected Sayings of the Holy Prophet ﷺ
2.35 PAGE FROM THE HISTORY, by B. A. Rafiq Khan Sahib
3.05 A talk by Maulana Sultan Mehmood Anwer Sahib on "Guidance for the younger generation in the light of Sirat-tun-Nabi ﷺ
3.35 Selected Question & Answers
3.50 Tomorrow's Programmes

Friday, 2nd December

12.45 Tilawat
1.00 Comments on News
1.20 Darood-o-Salam
1.30 FRIDAY SERMON
2.40 Selected Sayings of the Holy Prophet ﷺ
2.50 MULAQAT - General Q/A
3.50 Tomorrow's Programmes

Saturday, 3rd December

11.45 Tilawat
12.00 Questions Answers Session with Hazrat Khalifatul Masih IV
1.30 MULAQAT With Arab Ahmadies
2.30 Documentary programme "Protect them Now" by World Health Organisation
2.50 Bosnian Programme
3.50 Tomorrow's Programmes

Sunday, 4th December

11.45 Tilawat
12.00 Questions Answers Session with Hazrat Khalifatul Masih IV
1:30 MULAQAT with Ethiopian & Somali Ahmadies
2:30 Letters from London By Aftab Ahmad Khan Sahib Amir U.K.
2:50 Albanian Programme About the Promised Messiah (peace and blessings of Allah be on Him)
3.50 Tomorrow's Programmes

Monday, 5th December

1.15 Tilawat
1.30 MULAQAT - Homeopathy Class
2.30 Selected Sayings of the Holy Prophet ﷺ
2.40 "Correct Pronunciation of Poems" Host: Mrs Amtul Bari Nasir Sahiba
3.05 "Selection From Our Archive" لائبریری سے انتخاب
3.50 Tomorrow's Programmes

Tuesday, 6th December

1.15 Tilawat
1.30 MULAQAT - Homeopathy class
2:30 Sirat-tun-Nabi ﷺ سیرت النبی ﷺ by Naseer Ahmad Qamar Sahib
2.45 Islami Akhlaq اسلامی اخلاق A talk by Laiq Tahir Sahib
3.00 German Programme
3:25 Bosnian Programme
3.50 Tomorrow's Programmes

Wednesday 7th December

1.15 Tilawat
1.30 MULAQAT. Quran Translation Class
2.30 ISLAMIC ETIQUETTE, (Part 11) A talk by Imam Attaul Mujeeb Rashid Sahib
3.00 Bosnian Programme
3.50 Tomorrow's Programmes

Thursday, 8th December

1.15 Tilawat
1.30 MULAQAT. Quran Translation Class
2.30 Selected Sayings of the Holy Prophet ﷺ
2.35 PAGE FROM THE HISTORY, by B. A. Rafiq Khan Sahib
3.05 Medical Matters by Dr Mujeeb-ul-Haq Khan
3.35 German Programme
3.50 Tomorrow's Programmes

Please Note

- Our Audio Frequencies:

English / Urdu	7.02 MHz	Russian	7.56 MHz
Arabic	7.20 MHz	French	7.92 MHz

- Programmes or their timings may change without further notice.

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَّسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے

کروں"۔ (تذکرہ پبلشر میری لائبریری لاہور جون ۱۹۶۴ء صہ ۲۴۸)

اور جب حاکم قضاء و قدر ایسے مقتدر اور عظیم الشان انسان کی بعثت کا فیصلہ ملاء اعلیٰ پر صادر کر دیتا ہے تو۔ "اس وقت ایسا ہوتا ہے کہ سنت الٰہی اپنی عادت جاریہ کے مطابق قیام حق اور دفع باطل کے لئے سرگرم انبعاث و ظہور ہوتی ہے اور توفیق الٰہی اپنے کسی اصلح و امثل بندے کے قلب کا عزیمت دعوت کے لئے انشراح کر دیتی ہے اور اس کے قدم طریق کو منہاج نبوت پر ثابت و مستقیم فرما دیتی ہے۔ وہ اپنے عہد کے تمام اصحاب علم و فضیلت اور ارباب صوامع و مدارس کو تنگنائے رخصت و ضعف میں پیچھے چھوڑ کر منزلوں آگے نکل جاتا ہے۔ فضائے علو و رفعت اس کو اپنی طرف کھینچتی اور سمائے کمال و کرامت اپنی ساری بلندیوں کے ساتھ اس کے استقبال کے لئے دوڑتا ہے، گویا آسمان اس کے لئے اتر آتا ہے اور زمین اس کو خود بخود اچھالنے لگتی ہے"۔ (ایضاً صہ ۴۳۱)

—○○—

جب سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنے فکری سفر کے دوران اس مقام پر پہنچے تو الجھ گئے۔ چونکہ اپنے سوا یہ کسی اور مصلح کے قائل نہیں تھے اس لئے اپنی ذات کی اناء اور اپنے نفس کی رعونت کے باعث طنز اور تلخی سے دامن بچا نہ سکے۔ اس موضوع پر ان کی پیچدار نثر کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے:۔

"اکثر لوگ اقامت دین کی تحریک کرنے کے لئے کسی ایسے مرد کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک کے تصور کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے سارے پہلو قوی ہی قوی ہوں، کوئی پہلو کمزور نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں۔ اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے تو اس کی زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں"۔ (ترجمان القرآن، دسمبر جنوری، ۴۳۔ ۱۹۴۲ء | صہ ۳۰۶)

—○○—

اور اقامت دین بذریعہ خلافت اسلامیہ کے داعی، امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا خیال ہے کہ:۔

"ہو سکتا ہے کہ اللہ مستقبل میں کسی ایسی شخصیت کو اٹھاوے جو فقہی اختلاف کو بالکل ختم کر کے امت کو کسی ایک ہی مسلک پر جمع کر دے"۔

گویا یہ کسی ایسے قائد کے طالب ہیں جس کا مقام حکم اور عدل کا ہوگا اور جو اہل قرآن، اہل حدیث، حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی، جعفری اور زیدی کی تفریق بین المذاہب کو اپنے حتمی اجتہاد یا الٰہی ہدایت کی روشنی میں یکسر مٹا کر امت محمدیہ کو پھر سے منہاج نبوت پر گامزن کر دے گا۔ ان کا خیال ہے کہ ایسا امام کہیں مستقبل میں آئے گا لیکن زمین کی تشنگی اور زمانہ کی پکار کے باوجود یہ لوگ آنکھیں اٹھا کر نہیں دیکھتے کہ صلحاء کی دعاؤں کا جواب اور انبیاء کی بشارات کا مصداق تو اپنے وقت پر آچکا اور اس کے برپا کئے ہوئے انقلاب کا شجر چہار دانگ عالم میں "اسمعوا صوت السماء، اسمعوا صوت السماء" کی صداؤں کے درمیان بابرگ و بار ہو رہا ہے اور یہ ابھی تک بڑبڑا رہے ہیں:

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ

سچ فرمایا: "آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب"۔

—○○—

مجدد زماں، مصلح دوراں، مہدی معہود اور مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانوں کی اصلاح کے لئے خدائی تدبیر کا جو ایمان افروز نقشہ کھینچا ہے وہ حضور کے آنکھوں کو روشن، سماعت کو فروزاں اور دلوں کو وارفتہ کرنے والے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت اقدس کی اس تائید ایزدی سے لکھی گئی تحریر کے سامنے نثاروں کی چابک دستیاں، شاعروں کی صنعتیں اور ادیبوں کی موشگافیاں سبھی ہیچ ہیں۔ اسے پڑھنے کے بعد آپ کے اس ارشاد کا مفہوم ہوتا ہے کہ

"میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا"

فرماتے ہیں:۔

"غرض اے بھائیو! اس زمانہ میں وہ زہرناک ہوا اندرونی اور بیرونی طور پر پھیلی ہوئی ہے جس کا استیصال انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ اس خدائے حی قیوم قادر مطلق کے اختیار میں ہے جو موسموں کو بدلتا ہے اور وقتوں کو پھیرتا ہے اور خشک سالی کے بعد باران رحمت نازل کرتا ہے اور جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ گرمی کی شدت آخر بارش کو کھینچ لاتی ہے اس طرح پر کہ جب گرمی کمال کو پہنچتی ہے اور اس درجہ کے قریب اپنا قدم رکھنے لگتی ہے کہ جس سے قریب ہے کہ بنی آدم ہلاک ہو جائیں تب اس صانع قدیم کی حکمت کاملہ سے اس گرمی کا ایک تیز اثر سمندروں پر پڑتا ہے اور بوجہ شدت اس گرمی کے سمندروں میں سے بخارات اٹھتے ہیں تب سمندروں کی ہوا جو کہ سرد اور بھاری اور امساک کی قوت اپنے اندر رکھتی ہے ان بخارات کو اپنے میں جذب کر کے ایک حاملہ عورت کی طرح ان سے بھر جاتی ہے اور قرب و جوار کی ہوائیں قدرتی طور پر متحرک ہو کر اس کو دھکیلتی اور حرکت میں لاتی ہیں اور خود واسطہ بن کر اس بات کے لئے موجب ٹھہرتی ہیں کہ تا وہ ہوا بادلوں کی صورت میں ہو کر اپنے تئیں طبعاً اسی زمین کی طرف لاوے جہاں کی ہوا اس کی نسبت زیادہ گرم اور لطیف اور کم وزن اور کم مزاحم ہو تب اسی قدر کے موافق بارش ہوتی ہے کہ جس قدر گرمی ہوتی ہے۔ یہی صورت اس روحانی بارش کی بھی ہے جو ظاہری بارش کی طرح قدیم سے اپنے موسموں پر برستی چلی آئی ہے یعنی اس طرح پر کہ خشک سالی کے ایام میں جبکہ خشک سالی اپنے کمال اور انتہا کو پہنچ جاتی ہے یک دفعہ مستعد دلوں کی گرمی اور طلب اور خواہش کی حرارت نہایت جوش میں آجاتی ہے تب وہ گرمی رحمت کے دریا تک جو ایک سمندر ناپیدا کنار ہے، اپنے التہاب اور سوز کو پہنچا دیتی ہے تب دریائے رحمت اس کے تدارک کے لئے توجہ فرماتا ہے اور فیض بے علت کے نورانی بخارات نکلنے شروع ہو جاتے ہیں تب وہ مقرب فرشتے جو اپنے نفس کی جنبش اور جوش سے سرد پڑے ہوئے اور نہایت لطیف اور یفعلون مایومرون کا مصداق ہیں ان فیوض کو قبول کر لیتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں سے تعلق رکھنے والی طبیعتیں جو انبیاء اور رسل اور محدثین ہیں اپنے حقانی جوشوں سے ان کو حرکت میں لاتے ہیں۔ اور خود واسطہ بن کر ایسے محل مناسب پر برسا دیتے ہیں جو استعداد اور طلب کی گرمی اپنے اندر رکھتا ہے"۔

(آئینہ کمالات اسلام یعنی دافع الوساوس، روحانی خزائن جلد ۵ صہ ۵۰)

Designing & Setting by Khalifa Rawahuddin Ahmad